بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری

لمعات

فرقہ واریت عروج پر

(ایک قبیح غیر قانونی حرکت)

ہمارے علم میں' بذریعہ ایک خبر جو روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ 7 مارچ 2004ء میں شائع ہوئی' ایسا واقعہ لایا گیا ہے جو ایک بھیانک اور گھناؤنا ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خبر حسب ذیل ہے۔

> ''مقامی علما کی طرف سے فتویٰ جاری کیا گیا کہ کالا باغ میں ایک خاص فرقہ کے ایک شخص کا جنازہ پڑھنے والوں کے نکاح ٹوٹ گئے ہیں چنانچہ جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد نے دھڑا دھڑ مسجدوں میں جا کر تجدید نکاح کرانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ایک حادثہ میں گذشتہ روز کالا باغ میں خاص فرقہ کے ایک شخص شہزاد خان کا انتقال ہو گیا۔ علاقہ کے علماء دین نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا جس پر اس کے بھائی نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ اس کا بھائی کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ میانوالی کے مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علماء دین مفتی محمد اقبال داؤد خیل کے صاحبزادے عبدالمالک اور عصمت اللہ شاہ سکندر آباد سے رابطہ کر کے ان سے فتویٰ حاصل کیا جنھوں نے فتویٰ دیا کہ اس خاص فرقہ سے تعلق رکھنے والے دین اسلام کے دائرہ سے خارج اور مرتد نہیں چنانچہ جس شخص نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جن لوگوں نے اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی انہیں دوبارہ نکاح کرانے چاہئیں سینکڑوں افراد کالا باغ کی تین مسجدوں کے علماء دین مسجد عیدگاہ کے مفتی احمد خان مسجد حافظ شیر محمد کے امام حافظ غلام صدیق اور مسجد لوہاراں والی کے خطیب مولانا محمد خان کے پاس جا کر اپنا نکاح تجدید کرا رہے ہیں۔ ادھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پولیس تھانہ کالا باغ نے علاقہ میں امن و عامہ قائم رکھنے کے لئے متعدد افراد کو حراست میں لے لیا اور انہوں

نے تائب ہوکر دوبارہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا جس پر پولیس نے انہیں رہا کر دیا ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ 7 مارچ 2004ء)

روزنامہ خبریں لاہور میں یہی خبر اس طرح شائع ہوئی ہے۔

''کالاباغ میں پرویزی فرقہ کے ایک شخص کا جنازہ پڑھنے کی وجہ سے سینکڑوں افراد کے نکاح ٹوٹ گئے۔ متعدد علمائے دین کے فتویٰ کے بعد جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد نی دھڑا دھڑ مسجدوں میں جا کر تجدید نکاح کرانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ روز کالاباغ میں پرویزی فرقہ کے ایک شخص شہزاد خان کا انتقال ہوگیا۔ علاقہ کے علماء نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا جس پر اس کے بھائی نے اس کا نماز جنازہ پڑھایا جسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ اس کا بھائی پرویزی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میانوالی کے مختلف مسلک سے تعلق رکھنے والے علمائے دین مفتی محمد اقبال داؤدخیل، صاحبزادہ عبدالمالک اور عصمت اللہ شاہ اسکندر آباد سے رابطہ کر کے ان سے فتویٰ حاصل کیا جنہوں نے فتویٰ دیا کہ پرویزی فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد مرتد اور دین اسلام کے دائرہ سے خارج ہیں چنانچہ جس شخص نے اس کی نماز جنازہ پڑھایا اور جن لوگوں نے اس کے نماز جنازہ میں شرکت کی ان کے دوبارہ نکاح کرائے جائیں چنانچہ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے سینکڑوں افراد کالاباغ کی تین مسجدوں کے علمائے دین مسجد عیدگاہ کے مفتی احمد خان، مسجد حافظ شیر محمد کے امام حافظ غلام صدیق اور مسجد لوہاراں والی کے خطیب مولانا محمد خان کے پاس جا کر دھڑا دھڑ اپنا نکاح تجدید کر رہے ہیں۔ ادھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پولیس تھانہ کالاباغ نے علاقہ میں امن و عامہ قائم رکھنے کے لئے متعدد افراد کو زیر حراست لیا تھا جنہوں نے پرویز فرقہ سے توبہ تائب ہو کر دوبارہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا جس پر پولیس نے انہیں رہا کر دیا ہے۔''

(روزنامہ خبریں لاہور، 7 مارچ 2004ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بدقسمتی سے پاکستان میں مولوی صاحبان کا ایک طبقہ ہے جس نے اپنی زندگی کا مشن ہی بنا رکھا ہے کہ طلوع اسلام کے خلاف بے بنیاد الزامات تراشے جائیں اور پھر انہیں شدّ و مد سے پھیلایا جائے کہ لوگ جھوٹ کو سچ سمجھ کر طلوع اسلام کی بات سننا گوارہ نہ کریں۔ پروپیگنڈہ وہ فن ہے جس کی بنیاد اس دعوے پر ہے کہ جھوٹ کو سو مرتبہ دھرائیے وہ سچ بن کر دکھائی دے گا۔ انہوں نے یہ بھی الزام تراشا ہے کہ طلوع اسلام' پرویزی فرقے کا رسالہ ہے۔ طلوع اسلام' اس الزام کی بار بار وضاحت کرتا رہا ہے کہ پرویزی فرقہ کا کوئی وجود نہیں۔ طلوع اسلام ایک فکری تحریک ہے' فرقہ نہیں۔ پھر بھی وہ رٹ لگائے جا رہے ہیں طلوع اسلام' پرویزی فرقہ ہے اور ایسا صریح جھوٹ

بولنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے بھی نہیں ڈرتے۔ ہمارے ریکارڈ کے مطابق مرحوم نہ طلوع اسلام کے قاری تھے اور نہ ہی کسی بزم سے ان کا کوئی تعلق تھا۔

ملا یا مولوی کسی شخصیت کا نام نہیں۔ یہ ایک ذہنیت ہے جسے ماہر علم النفس نفسیاتی مرض سے تعبیر کرتے ہیں اور جس میں یہ حضرات بالعموم مبتلا ہوئے ہیں۔ اس مرض کے وجوہ واسباب اور نتائج واثرات کو سمجھنے کے لئے ان لوگوں کی عمومی زندگی کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

آپ کسی مذہبی مکتب میں چلے جایئے۔ آپ وہاں طالب علموں کو دیکھیں گے تو نظر آئے گا کہ ان کے بھنچے ہوئے چہرے آنکھیں زرد اندر دھنسی ہوئی بے نور' اور عام جسمانی حالت نہایت سقیم ہوگی۔ پہلی نگاہ میں یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ یہ افلاس زدہ ماحول کے پروردہ' اور ایسے گھرانوں سے برآوردہ ہیں جن میں بڑی عسرت اور گھٹن تھی۔ ذہنی طور پر دیکھئے تو اندازہ ہوجائے گا کہ انہیں اس لئے یہاں بھیج دیا گیا ہے کہ یہ کسی کام کے قابل نہ تھے۔ ان مکاتب کا کاروبار بالعموم خیرات پر چلتا ہے۔ اسی سے ان بچوں اور نوجوانوں کی کفالت کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ لوگوں کے نذر نیاز کی دیگیں بھی اکثر مدارس میں آتی ہیں۔ محلّہ میں کہیں مرگ ہوجائے اس کے ''قل''، جمعرات یا چالیسویں ختم پر' ان بچوں کو بلا لیا جاتا ہے اور وہاں سامنے رکھے ہوئے کھانوں اور پھل مٹھائی کو یہ جن للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں' اس سے ان کی نفسیاتی کیفیت جھلک کر باہر آجاتی ہے۔ ماہرین علم النفس کی تحقیق یہ ہے کہ اس قسم کے انداز و اسلوب اور ایسے ماحول میں پرورش اور تربیت یافتہ بچے اور نوجوان' احساسِ کمتری (Inferionity Complex) میں مبتلا ہوتے ہیں۔

یہاں سے نکلنے کے بعد' یہ نوجوان بالعموم مساجد کے امام یا خطیب بن جاتے ہیں۔ وہاں بھی ان کے معاش کا دارومدار' بلواسطہ یا بلاواسطہ' خیرات ہی پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ جسے اب محکمۂ اوقاف کہا جاتا ہے وہ بھی خیرات کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ ان کے کام غیر تخلیقی کام ہوتے ہیں۔ امامت وغیرہ کے معاوضہ میں جو کچھ ملتا ہے وہ خیرات ہی ہوتا ہے۔ ایسے کاموں میں خوداعتمادی پیدا نہیں ہوسکتی اور انسان کی شخصیت مرجاتی ہے اور اس میں گھٹن پیدا ہوتی ہے۔ طالب علمی کے زمانے کی وہ للچائی ہوئی نظریں ان میں اب مستقل محرومی بیدار کردیتی ہیں۔ جس سے ان کے سینے میں حسد وانتقام کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ اس آگ کو بجھانے کے لئے ایک ذہنیت ابھرتی ہے جسے نفسیات کی اصطلاح میں Sadism کہا جاتا ہے۔ مطلب اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اذیت پہنچا کر لذت حاصل کرنا۔ اس کی بھی بہت اقسام ہیں۔ لیکن سب سے گھناؤنی شکل وہ ہے جو مذہب کے مقدس نقاب میں نمودار ہوتی ہے۔ آپ ان حضرات کے وعظوں کو سنئے۔ ان کا نوے فیصد سے زیادہ' دوسروں پر طعن وتشنیع' طنز وتنقید کے تیروں اور تحقیر وتضحیک کے نشتروں اور توہین وتذلیل کے سوفاروں پر مشتمل ہوگا۔ وہ جس طرح اچھل اچھل کر دوسروں کو ''مقدس گالیاں'' دے رہے ہوں گے' اس سے صاف نظر آجائے گا کہ وہ انہیں ذلیل کرکے کس طرح خوشی محسوس کرتے ہیں اور اسی اذیت رسانی سے کس درجہ لذت حاصل کررہے ہیں۔ اس کو' جیسے اوپر بتایا جا

چکا ہے' Sadism کہا جاتا ہے وہ احساس کمتری ومحرومی کا پیدا کردہ مرض ہوتا ہے۔

علم النفس کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ ذہنیت کا بنیادی طور پر بزدل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی تیراندازی کے لئے ایسے کمین گاہوں کو منتخب کرتا ہے جہاں وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے مسجد بہترین حفاظت گاہ ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے جو مسجد ضرار کو کمین گاہ سے تعبیر کیا ہے (9:107) تو اس کی وجہ یہی ہے۔ اپنے حملوں کے لئے ایسے حدف تلاش کرتا ہے جہاں سے اسے حملہ کا خطرہ نہ ہو۔ طلوع اسلام کے خلاف ان کی محاذ آرائی کی وجہ یہ بھی ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ ان کے خلاف کبھی پست سطح پر نہیں اترے گا۔ اس لئے یہ اس کے خلاف جو کچھ جی میں آئے کہتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس قسم کی حرکتوں پر اتر آتے ہیں جس کی مثال زیر نظر المیہ ہے تو اس سے ہمیں بڑا دکھ ہوتا ہے۔

یہ مرض لاعلاج ہوتا ہے اس لئے ہم ان لوگوں سے تو کچھ کہنا نہیں چاہتے لیکن ہم ان حضرات سے جن کے ہاتھ میں ذرائع اور ابلاغ کے ذرائع ہیں ان سے انسانیت کے نام پر ضرور توقع کرتے ہیں کہ جب یہ لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں' جنہیں آپ بھی پسند نہیں کرتے ہوں گے' تو آپ انہیں ٹوک کیوں نہیں دیتے۔ آپ ان سے کیوں نہیں کہتے کہ حضرات! آپ ہمیں خدا اور رسولؐ کی باتیں سنایئے اور اس قسم کے طعن وتشنیع سے مجتنب رہئے کہ اس سے قوم میں انتشار بڑھتا اور نفرت پھیلتی ہے۔ اگر آپ دو چار دفعہ بھی ان سے ایسا کہہ دیا تو آپ دیکھیں گے کہ اس کے بعد انہیں ایسا کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوگی۔ انہیں اس طرح روک دینے سے آپ ان مظلوموں کی دادرسی کر سکیں گے جو ان کی تیراندازی کا نشانہ بنتے ہیں۔

اس کے بعد ہم اس غمزدہ گھرانے سے کہیں گے کہ جس طرح آپ نے اس جواں مرگ کے صدمۂ جانکاہ کو صبر وتحمل سے برداشت کر لیا ہے اس طرح اس کرب واذیت کو بھی بھلا دیجئے جو ان کی طرف سے آپ کو پہنچائی گئی ہے۔ باقی رہا مرنے والا (خدا اسے اپنی رحمت میں جگہ عطا فرمائے) تو نہ اس کی نماز جنازہ میں ان لوگوں کی شرکت اسے بخشوا سکتی تھی' اور نہ ہی ان کی عدم شرکت اس کے حسن عمل کو ضائع کر سکتی ہے۔

نکاح کے معاملہ کو قرآن کریم نے فریقین کی رضامندی پر چھوڑا ہوا ہے۔ اس لئے کہ یہ انفرادی مسئلہ تھا۔ لیکن فسخ نکاح کا معاملہ انفرادی نہیں رہتا۔ اس میں فریق مقابل اور اکثر اوقات اولاد کے مفاد پر زد پڑتی ہے۔ نکاح کو قرآن مجید نے میاں بیوی کا باہمی معاہدہ قرار دیا ہے۔ آیت (2:23) اس لئے عقد کا لفظ آیا ہے۔ اور سورۃ النساء میں میثاق کا لفظ (4:21) دونوں کے معنی معاہدہ کے ہیں۔ فسخ نکاح عدالت کا کام ہے اور نہ ہی مولوی صاحب کا اور نہ ہی مولوی صاحب اس ضمن میں فتویٰ دینے کا مجاز ہے۔ یہ صریحاً ملکی عائلی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا حکومت کا فریضہ ہے کہ اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کرے اور خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور اس سانحہ کی تحقیقات کے لئے عدالتی کمیشن قائم کیا جائے۔ ہم عدالت عالیہ سے بھی استدعا کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کے فیصلے کے لئے Suomotu اختیارات استعمال کئے جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری

کشمیر

ہندو کے راج میں کشمیری مسلمانوں پر جو مظالم ہو رہے ہیں' ان کی حیثیت اب معمولی خبروں کی ہوگئی ہے۔ وہاں ان سے حیوانوں سے بھی بدتر سلوک ہوتا ہے۔ اوران میں سے جو موقع پاتا ہے بھاگ کر پاکستان میں پناہ لے لیتا ہے لیکن یہ نئی داستان نہیں۔ جب سے ڈوگرہ راج قائم ہوا' کشمیری مسلمانوں کا یہی حشر چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے 19 مارچ 1857ء کے اخبار Times of India میں ہمیں یہ خبر ملتی ہے۔

اخبار لاہور کرانیکل کا مری کا نامہ نگار نے لکھا کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ظلم اور ستم سے تنگ آ کر لوگ کشمیر سے راولپنڈی' جہلم اور سیالکوٹ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں اگرچہ مہاراجہ نے سخت حکم دے رکھا ہے کہ کوئی شخص ریاست چھوڑ کر نہ جائے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے لڑکوں اور موتی سنگھ کے درمیان سخت منافقت ہے اور کہا جاتا ہے کہ مہاراجہ گلاب سنگھ کی موت پر فسادات نمودار ہو جائیں گے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ بیمار ہے اور حکیموں کے علاج کے لئے پنجاب بھیج دیا گیا ہے۔ اس کی حالت قدرے بہتر ہے لیکن ابھی وہ لکڑی کے سہارے چلتا ہے......اس کے مظالم کا ایک خوشگوار پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ اب سڑکوں پر کام کرانے کے لئے ہمیں قلی بکثرت مل رہے ہیں۔ (بحوالہ طلوع اسلام مئی 1957ء صفحہ 60)۔

قلم کمان محترم حامد میر صاحب ''جنگ۔کراچی'' یکم دسمبر 2003ء میں لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں پاکستان کے خلاف سب سے زیادہ فلمیں بنانے والے جیوتی پرکاش دتا کے ساتھ نئی دہلی کے ایک ہوٹل میں گفتگو کے بعد یہ خاکسار کافی شاپ کے ایک کونے میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ جس ملک میں پاکستان کے خلاف فلمیں بنانے والوں کو سونے میں تولا جائے اس ملک کی پاکستان کے ساتھ دوستی کیسے ممکن ہوگی؟ کافی کے دو کپ پینے کے بعد میں اٹھنے ہی والا تھا کہ ساڑھی میں ملبوس ایک معمر خاتون میرے ساتھ آ بیٹھیں اور بڑی بے تکلفی سے پوچھا کہ کل رات نئی دہلی ٹیلی ویژن پر برکھادت کے پروگرام میں اجے ساہنی کے ساتھ تم ہی الجھ رہے تھا ناں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو خاتون نے کہا کہ پہلی دفعہ

ہم نے کسی انڈین ٹی وی چینل پر یہ سنا کہ کشمیریوں نے بندوق اس لئے اٹھائی کہ 1987ء کے الیکشن میں ان کے ووٹ چرا لیے گئے تھے۔ خاتون نے فوراً ہی سوال کیا کہ کیا ہندوستان کے خلاف بندوق اٹھانے والے کشمیریوں کو تم بھی دہشت گرد سمجھتے ہو؟ تمہارے ملک میں بھی تو ہندوستان سے نفرت کرنے والوں کے خلاف کریک ڈاؤن ہو رہے ہیں ناں؟ میں نے جواب دینے کی بجائے خاتون سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ سوال سن کر وہ چند لمحے خاموش رہیں' انہوں نے آس پاس دیکھا اور تسلی کی کہ کوئی دوسرا انہیں نہیں سن رہا اور پھر بولیں کہ میرے سفید بالوں سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں ستر سال سے اوپر کی ہوں' چھپن سال پہلے زرینہ تھی اور آج پوجا ہوں' مسز پوجا چوہان میرا پورا نام ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اگلا سوال کرتا' انہوں نے بتایا کہ 1947ء میں وہ جموں میں رہتی تھیں اور ان کا تعلق ایک مسلم گھرانے سے تھا' ایک دن ابا جی گھبرائے ہوئے گھر آئے اور ماں سے کہا کہ کل ہم سب کو لاری پر بیٹھ کر پاکستان جانا ہے' اس لئے سامان باندھ لو۔ ساری رات ہم نے سامان باندھا اور اگلی صبح جموں کے ایک بڑے میدان میں اکٹھے ہو گئے' تھوڑی دیر بعد ہمیں لاریوں پر سوار کرایا گیا لیکن جیسے ہی یہ لاریاں شہر سے باہر نکلیں تو حملہ ہو گیا' مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرے ابا جی کو ایک سکھ نے برچھی ماری' ماموں نے انہیں بچانا چاہا تو ماموں کے سر پر کلہاڑا مارا گیا' ماموں پر میری ماں گر گئی تو اس کے سینے میں بھی برچھی اتر گئی' میں نے اپنے تین سال کے بھائی کو گود میں اٹھا رکھا تھا' میں اسے اٹھا کر بھاگی تو تھوڑی دور جا کر گر گئی پھر مجھے ہوش اس وقت آیا جب میں ایک کیمپ میں پڑی تھی اور میرا سر پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ ایک ڈوگرا فوجی مجھے اودھم پور لایا اور ایک ہندو تاجر کے پاس مجھے چار سو روپے میں فروخت کیا۔ کچھ عرصہ میں نے اس کے گھر میں کام کیا' پھر ایک دن اس کی بیوی مجھے دہلی لے آئی اور کہا کہ تمہارا بیاہ میرے بھائی سے ہونے والا ہے۔ اس کے بھائی کے دو بچے تھے اور اس کی بھابھی بیمار ہو کر مر چکی تھی۔ پندرہ سال کی عمر میں مجھے دو بچوں کے باپ کے سپرد کر دیا گیا اور جس دن پنڈت نے ہمارے پھیرے لگوائے اس صبح مجھے کہا گیا کہ آج سے تم زرینہ نہیں بلکہ پوجا ہو' پھر میں نے پوجا بن کر اپنے شوہر اور اس کے دو بچوں کی خدمت کی اور مجھ سے تین بچوں نے جنم لیا' تینوں ہندو ہیں۔ خاتون نے بتایا کہ بیس برس پہلے ان کے شوہر فوت ہو گئے تھے' بچوں کی شادیاں ہو چکیں اور اب وہ دہلی میں اپنی بیوہ بیٹی کے ساتھ رہتی ہیں۔

مسز پوجا کہہ رہی تھیں کہ 1947ء میں جموں اور کٹھوعہ سے ایک زرینہ نہیں بلکہ سینکڑوں مسلمان لڑکیاں اغوا ہوئیں جنہیں بعد میں ہندو اور سکھ بنایا گیا' کچھ کو وہ جانتی بھی تھیں اور کچھ اگلے جہان کو سدھار چکیں لیکن انہوں نے صالحہ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ صالحہ کے خاندان نے پونچھ کے ایک نواحی گاؤں میں 1965ء کے آپریشن جبرالٹر کے دوران پاکستانی کمانڈوز کی میزبانی کی تھی۔ ان کمانڈوز نے گاؤں کی مسجد پر پاکستان کا جھنڈا لگایا اور

گاؤں والوں سے کہا کہ اب وہ واپس نہیں جائیں گے لیکن سیز فائر کے بعد کمانڈوز واپس چلے گئے۔ صالحہ کے باپ کو انڈین آرمی نے گرفتار کرلیا' چند دن کے بعد اس کی ماں کو گرفتار کر کے اس کے ہاتھ جلائے گئے کیونکہ ان ہاتھوں سے اس نے پاکستانیوں کے لئے روٹیاں پکائی تھیں اور جب صالحہ اپنی ماں کو دیکھنے آرمی کیمپ گئی تو اسے ایک حوالدار نے اغوا کر لیا۔ صالحہ کو گورداسپور لایا گیا اور زبردستی ہندو بنا کر حوالدار نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔ یہ حوالدار اسے دہلی لایا اور یہیں صالحہ کی ملاقات مسز پوجا سے ہوئی۔ خاتون بتا رہی تھیں کہ جب کبھی اذان کی آواز آتی تو صالحہ رونے لگتی اور پوچھتی کہ پاکستانیوں نے مسجد میں ہم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہم سے بے وفائی نہیں کریں گے پھر وہ ہمیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے؟ مسز پوجا کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوتا۔ ایک دن صالحہ کے ہندو خاوند نے بیوی کو چھپ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور موقع پر ہی اسے قتل کر دیا۔ خاتون نے سرگوشی کے انداز میں کہا کہ اذان کی آواز سن کر مجھے بھی کچھ ہوتا ہے لیکن میں نماز بھول چکی ہوں البتہ کسی کو نماز پڑھتے دیکھ کر مجھے بڑا سکون ملتا ہے' اب میں اپنا وقت پورا کر چکی ہوں اس لئے تمہارے ساتھ یہ باتیں کرتے ہوئے مجھے خوف نہیں آ رہا لیکن میں نے یہ باتیں اس لئے شروع کی ہیں کہ پاکستان کی وجہ سے میں تباہ ہوئی' پاکستان کی وجہ سے صالحہ تباہ ہوئی لیکن پھر بھی ہم پاکستان کا بھلا چاہتے ہیں اور تمہارا بھلا اسی میں ہے کہ کبھی ہماری ہندو اولاد پر بھروسہ نہ کرنا' انہیں جب موقع ملا تمہیں کھا جائیں گے۔

گفتگو جاری رکھنے کے لئے میں نے کہا کہ اگر ہم نے بھروسہ نہ کیا تو دوستی نہیں ہوگی' دوستی نہیں ہوگی تو معاملہ خراب رہے گا' کیا آپ چاہتی ہیں کہ دشمنی قائم رہے؟ یہ سن کر خاتون غصے میں آ گئیں اور کوسنے کے انداز میں کہنے لگیں کہ تم پاکستانیوں کی سمجھ نہیں آتی کہ تم کیا چاہتے ہو' دوستی چاہتے ہو یا دشمنی؟ تمہارے ملک میں ہندوستان کی نفرت میں بندوق اٹھانے والوں کو پکڑ لیا جاتا ہے' انتہا پسند کہا جاتا ہے اور ہندوستان سے دوستی کی بات کرنے والوں کو غدار کا خطاب ملتا ہے' یہ کیا پالیسی ہے؟ ذرا مجھے بھی تو سمجھاؤ؟ ایک عام سی خاتون نے بڑا مشکل سوال کر دیا تھا' مجھے پریشان دیکھ کر اس خاتون نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کپکپاتے ہونٹوں سے کہنے لگیں کہ میری بیٹی اس کافی شاپ کی منیجر ہے' شام کو وقت گزارنے کے لئے کبھی کبھی یہاں آتی ہوں اور کئی پاکستانیوں سے یہاں مل چکی ہوں' مجھے پریشانی اس بات کی ہے کہ تم پاکستانی یہاں جس دوستی اور محبت کو ڈھونڈنے آتے ہو وہ تمہیں مل تو سکتی ہے لیکن اس کی قیمت یہ ہے کہ کشمیر کو بھول جاؤ' غیرت کو چھوڑ دو لیکن بیٹا تم نے بے غیرتی کی تو اوپر والا تمہیں نہیں چھوڑے گا' تمہیں صالحہ کی آہ لگے گی۔ میں جنگ نہیں چاہتی' کشمیر کا مسئلہ تم امن سے حل کرو لیکن ہندوستان سے نظریں جھکا کر بات کرو گے تو وہ تمہاری گردن نہیں چھوڑے گا اس لئے نظریں اٹھا کر بات کرو اور کسی دھوکے میں نہ آنا۔

معمر خاتون پرنم آنکھوں کے ساتھ رخصت ہو

گئیں۔ اگلے دن میں نے بھارتی وزیر خارجہ یشونت سنہا سے ''جیو'' کے لئے انٹرویو لیا۔ موصوف نے فرمایا کہ کشمیر کوئی مسئلہ نہیں ہے' مسئلہ ہے تو آزاد کشمیر پر پاکستان کا قبضہ ایک مسئلہ ہے۔ انہوں نے کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادوں کو تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ ان کے فرمودات کے جواب میں حکومت پاکستان نے لائن آف کنٹرول پر سیز فائر کا اعلان کر دیا۔ ہندوستان نے کہا کہ سیاچن پر بھی سیز فائر کرو' پاکستان نے سیاچن پر بھی سیز فائر کر دیا جس کے بعد یشونت سنہا فرماتے ہیں کہ مشرف' واجپائی ملاقات کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ ملاقات ضرور کیجئے لیکن کل کی زرینہ اور آج کی مسز پوجا کا مشورہ نہ بھولئے جس نے بار بار کہا کہ میری اولاد سے دھوکہ مت کھانا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا۔''

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی تنگ نظر قوم کے ہاتھ حکومت آ جائے تو وہاں رعایا کا یہی حشر ہوا کرتا ہے۔ حکومت کرنے کے لئے بڑی وسعت قلب کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن رعایا میں سے بھی اس کا ایسا حشر ہوا کرتا ہے جو کمزور ہو۔ ہماری روزمرہ کی زندگی اور تاریخ شہادت دیتی ہے کہ جس فرد یا قوم نے جو چیز قوت کے ذریعے حاصل کی ہو وہ دلیلوں اور اپیلوں کی رو سے کبھی نہیں چھوڑتی۔ ان کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ عقاب جس پرندے کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیتا ہے' چیخ و پکار سے اپنے شکار کو نہیں چھوڑتا۔ اس کا آخری علاج قوت کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ بدقسمتی سے کشمیر وحشی درندوں کے قبضہ میں ہے۔ یہ مسئلہ بھنور میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح ایک ہی مقام پر گردش کر رہا ہے۔ پاکستان انتہائی صبر سے کام لے رہا ہے۔ لیکن ہندوؤں نے دہشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا۔ تیزی اور بیبا کی سے کشمیریوں کا قتل عام شروع کر رکھا ہے۔ مظلوم کشمیر سے ان معصوم لڑکیوں اور عفت مآب عورتوں کی چیخیں بلند ہو رہی ہوتی ہیں' جنہیں یہ درندے اپنی ہوس بربریت کا شکار بنانے کے لئے انہیں طرح طرح کا عذاب دیتے ہیں تو یوں کہئے جیسے عرش الہٰی بھی ہل جاتا ہے۔

(مولانا) ابوالکلام آزاد جو آل انڈیا کانگریس کا صدر بھی رہ چکے ہیں اور وزیر تعلیم ہند بھی' ہندو ذہنیت سے متعلق فرماتے ہیں۔

''کفار کے عہد و پیمان کا تمہیں بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ وہ آبرو باختہ ہیں۔ عزت نفس و شرف کا انہیں لحاظ تک نہیں وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ حلف اٹھاتے ہیں کہ یہ وعدہ استوار ہے اس میں دوام و استمرار ہے۔ یہ عہد محکم ہے۔ یہ قول و قرار قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ زبان سے سب کچھ کہتے ہیں۔ مگر ہاتھ سے کام لینے کے وقت کچھ یاد نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے مطیع رہنا ذلت کی بات ہے۔ اسلام اپنے فرزندوں کو ان کی اطاعت سے باز رہنے کی ہدایت کر رہا ہے کہ خبردار یہ قسمیں کھانے والے ذلیل النفس ہیں۔ ان کے حلف پر نہ جانا یہ ادھر کی بات ادھر لگاتے ہیں۔ قوم میں تفرقے پیدا کرتے ہیں۔ منع خیر کے لئے نہایت مبالغہ کے ساتھ آمادہ رہتے ہیں۔ حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ تعدی ان کا شیوہ ہے۔ تطاول ان کی عادت ہے...... کفار سے مسلمانوں کو ساز و باز نہ رکھنا چاہئے۔ ان سے بے تعلق

لازم ہے۔ جو ساز و باز رکھتے ہیں جنہیں ان سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور قوم کے لئے مشکلات اور مصائب کا اندیشہ ہے وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو پشیمان ہونا پڑے گا۔ اسلام کو فتح نصیب ہوگی اور مسلمانوں کی بہبود و بہتری کا قدرت کاملہ کوئی اور انتظام کرے گی۔'' (مضامین آزاد' حصہ سوم) (حوالہ ماہنامہ طلوع اسلام' نومبر 1994ء' صفحہ 58)' (الہلال مورخہ 27 اگست 1913ء' صفحہ 9)۔

اب دیکھئے کہ غدار مسلمانوں سے جنہوں نے ہندو کا ساتھ دیا ان کے ساتھ ہندو کا برتاؤ یہ رہا۔

عبداللہ شیخ نے کشمیر کنونشن 1970ء سری نگر میں منعقد ہوئی تھی کہا کہ:

''میں نے کشمیر کے ہندوستان کے ساتھ الحاق پر رضامندی سے ایک بہت بڑی حماقت کا ارتکاب کیا تھا۔ یہ حماقت اتنا بڑا جرم ہے جس کی پاداش میں میں ہر قسم کی سزا کا مستحق ہوں یہ حماقت اس لئے سرزد ہوئی کہ میں نے پنڈت نہرو پر اعتماد کر لیا تھا۔ میں نے انہیں اس درجے قابلِ اعتماد سمجھ لیا تھا کہ مجھے اس کا تصور تک نہیں آ سکتا تھا کہ وہ اپنے مقدس وعدوں اور محکم قول و قرار سے یوں پھر جائیں گے۔ پنڈت نہرو' کشمیر کو اہل ہند کی کالونی بنانا چاہتے تھے' یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے ان تمام وعدوں سے پھر گئے جو انہوں نے اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل سے کئے تھے۔ (اخبار کی رپورٹ میں لکھا تھا کہ) اس مقام پر شیخ عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور انہوں نے کہا کہ میری یہ حماقت ایسا سنگین جرم ہے کہ قوم کو حق پہنچتا ہے کہ اس کی سزا کے طور پر وہ مجھے ٹھکرا دے۔ میں انتہائی تاسف سے اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ (طلوع اسلام۔ جنوری 1974ء صفحہ 37)۔

تصریحات بالا سے واضح ہے کہ پاکستان کو ایسا ہمسایہ ملا ہے کہ اس کی دوستی پر اعتبار نہیں۔ اس میں نہ خلوص ہے کہ ایک شریف کا دل موہ لے اور نہ مردانگی کہ ایک بہادر سے بے ساختہ داد تحسین لے۔ اس ہمسائے کے منہ میں رام رام ہے لیکن بغل میں چھری ہے۔ پاکستان اور بھارت ان علاقوں پر مشتمل تھے جنہیں برطانوی ہند کہا جاتا تھا۔ برصغیر میں وہ حصہ جو راجوں مہاراجوں کی ریاستوں پر مشتمل تھا' ان میں شامل نہ تھا۔ یہ چھوٹی بڑی ریاستیں' جن کی تعداد چھ سو کے لگ بھگ تھی' برطانوی حاکمیت کے تحت تھیں۔ 15 اگست 1947ء کو یہ حاکمیت ختم ہوگئی تو سوال پیدا ہوا کہ ان کا کیا ہو۔ 25 جولائی کو برصغیر کے وائسرائے یہ مشورہ دے چکے تھے کہ ان کا مفاد اس میں ہے کہ وہ دونوں میں سے ایک ملک سے باقاعدہ الحاق کر لیں۔ بھارت نے اس قدمِ اول پر ہی فتنہ برپا کر دیا۔ اس نے اصرار کیا کہ جو ریاستیں اس کے ساتھ استقرارِ کار کا معاہدہ کریں وہ ساتھ فردِ الحاق بھی داخل کریں۔ اس کے ساتھ اس نے یہ مفسدانہ اور منافقانہ تجویز پیش کی کہ بعد میں بھارت متعلقہ ریاست کی حکومتوں کی نگرانی استصواب کرا لیا جائے گا۔ بھارت کی چال بالکل واضح تھی۔ وہ ریاستوں پر تو پہلے دن سے ہی قبضہ کر لینا چاہتا تھا لیکن دنیا کو دکھانے کے لئے بعد میں اہل ریاست سے اپنے دباؤ میں لاکر یہ کہلوا لینا چاہتا تھا کہ انہیں بھارت سے الحاق منظور ہے۔ پاکستان نے اس تجویز کو نہ قبول کیا اور نہ اپنے طور پر آزمایا۔ بھارت کے پاس انگریز

وائسرائے تھا اور انگریز کا ریاستوں میں بہت اثر دخل تھا۔ اس وائسرائے کی مدد سے بیشتر ریاستوں کو مجبور کر لیا گیا' البتہ تین ریاستیں ایسی رہ گئیں جن کا الحاق سنگین نزاع کا باعث بنا۔ یہ ریاستیں تھیں' جونا گڑھ' حیدر آباد اور کشمیر۔ بھارت کا رویہ معقول ہوتا تو کسی قسم کا تنازعہ برپا نہ ہوتا۔ پاکستان اس خوش فہمی میں رہا کہ معاملہ صلح وصفائی سے طے ہو جائے گا۔ تا آنکہ 6 ستمبر 1965ء کو بھارت اپنا سارا لشکر لے کر بغیر اعلانِ جنگ کئے اس کی سرحدوں میں گھس آیا۔

تقسیم ہند کے سلسلہ میں یہ اصول طے پایا تھا کہ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں پاکستان کا حصہ قرار پائیں گے۔ یہ اصول ہندو اور انگریز دونوں نے تسلیم کیا تھا۔ یہ مرحلہ طے ہونے کے بعد' یہ ہندو اور انگریز کے گٹھ جوڑ سے' یہ چال چلی گئی کہ ملک اصولی طور پر تقسیم پہلے ہو اور حدود بندی بعد میں ہو اور اس حد بندی کا فیصلہ ثالثی یعنی (Arbitration) کی رو سے ہوا۔ اس بنیادی مسئلہ میں انگریزی ثالثی قبول کر لی گئی۔ ہندو نے انگریز سے ملی بھگت کر کے مسلمان کے خلاف بھرپور سازش کی۔ بھارت نے پہلا گورنر جنرل اپنے ہاں سے نہیں لیا بلکہ اس منصب کے لئے انگریز وائسرائے کو ترجیح دی۔

مملکت پاکستان بلا تعین حدود' وجود میں آ گئی۔ ہندوستان اور پاکستان کی حدود کے تعین کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا جس نے اپنے فیصلہ کا اعلان تقسیم ہند کے بعد کیا۔ اصول کے خلاف پنجاب اور بنگال کو اس طرح تقسیم کر دیا گیا کہ ان کے نہایت اہم وکلیدی رقبے ہندوستان کو دے دیئے گئے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان نے جیتی ہوئی بازی ہار دی۔ ضلع گورداسپور مسلم اکثریت کا علاقہ تھا اور کسی کے وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ یہ ضلع پاکستان سے چھین کر ہندوستان کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ظلم کی انتہا کر دی گئی اور یہ ضلع ہندوستان کے ساتھ ملا دیا گیا۔ اس ضلع کی اہمیت یہ تھی کہ اگر یہ ضلع پاکستان کے ساتھ ملایا جاتا تو کشمیر کا مسئلہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ یہی وہ ضلع ہے جس سے ہندوستان کو کشمیر کی طرف جانے کا راستہ ملا۔ صاف ظاہر ہے ہندو اور انگریز دونوں کے پیش نظر یہی تھا کہ اس علاقہ کو ہندوستان میں شامل کر کے کشمیر کا ناجائز قبضہ ہندوستان کو دیا جا سکے۔ اس سے یہ سارے مسائل پیدا ہو گئے جو مسلسل ہمارے لئے وجہ سوہان روح بن رہے ہیں۔ اور نامعلوم کب تک بنتے جائیں گے۔ اس فریب کا ذکر قائداعظمؒ نے اگست 1947ء میں لاہور کی تقریر میں کیا اور کہا:

''ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیسی کیسی بے انصافیاں اور زیادتیاں روا رکھی گئی ہیں۔ تقسیم کا کام ختم ہو چکا ہے اور ہمارے علاقہ کو جس قدر کم کیا جا سکتا تھا کر دیا گیا۔ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ نہ صرف غیر مخلصانہ ہے بلکہ بدنیتی پر مبنی ہے۔ اسے قانونی فیصلہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ سیاسی فیصلہ ہے۔ بہرحال اب فیصلہ ہو چکا ہے۔ ہم نے جو وعدے کئے ہیں انہیں ہم پورا کریں گے۔ ہم اپنے الفاظ پر قائم ہیں۔''

یہ سازشیں کیوں کی جا رہی تھیں' اس کی غمازی لارڈ ایٹلی (جو اس وقت میجر ایٹلی تھے اور برطانیہ کے وزیراعظم) کی تقریر کرتی ہے جو انہوں نے پارلیمان میں Independence Bill پیش کرتے وقت کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا:

’’ہندوستان تقسیم ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے امید واثق ہے کہ یہ تقسیم زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکے گی اور یہ دونوں مملکتیں جنہیں ہم اس وقت الگ الگ کر رہے ہیں' ایک دن پھر آپس میں مل کر رہیں گی۔‘‘

ہندو تہیہ کئے ہوئے تھا کہ انگریز گورنر جنرل کے تعاون سے پاکستان کو ختم کر دے گا۔ اس نے پاکستان کے حصہ میں آنے والے اس روپے کو بھی روک دیا جس سے نوزائیدہ مملکت نے سانس لینا تھا۔ نہ فوج تقسیم ہوئی نہ اسلحہ۔ انگریز وائسرائے نے اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر آزادی سے پہلے یہ کوشش کی کہ کشمیر کا مہاراجہ بھارت سے الحاق کر لے۔ کشمیر جغرافیائی' اقتصادی اور تمدنی نکتہ نگاہ سے بھی پاکستان کا حصہ ہے۔ کشمیر کی غالب اکثریت مسلمان ہے۔ لیکن ہندوستان نے کشمیر پر ڈاکہ ڈالا۔ دہلی اور لندن کی ملی بھگت نے مونٹ بیٹن اور ریڈکلف کے ہاتھوں مشرقی پنجاب کے مسلم علاقے بھی ہندوستان کو دلوائے تھے اور یوں ہندوستان اور کشمیر کا براہ راست زمینی رابطہ پیدا کر دیا گیا۔ اور پاکستان کا حق غصب کر کے بھارت کو راستہ دیا گیا۔ تقسیم سے پہلے ہندوستان فوجیں کشمیر میں جمع کر دی گئی تھیں۔ چنانچہ اہل کشمیر نے ڈوگرہ مظالم سے تنگ آ کر آخری مرتبہ جنگ آزادی کی طرح ڈالی تو مہاراجہ نے اپنا اقتدار جاتا ہوا دیکھ کر ہندوستان سے مدد مانگی۔ کشمیر کا مہاراجہ نے عوام کو کچلتے ہوئے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کیا بلکہ اس کے لئے باقاعدہ جنگ مول لی۔ مہاراجہ کا الحاق قانونی طور پر ناجائز اور اخلاقی طور پر بے جواز تھا۔ لیکن بایں ہمہ انگریز وائسرائے نے نہ صرف الحاق منظور کیا بلکہ انگریز کے زور پر بھارتی فوجیں بھجوائی گئیں اور پاکستانی فوجوں کا کشمیر میں داخلہ روکا گیا۔ قائداعظم نے بحیثیت گورنر جنرل اپنے انگریز کمانڈر کو حکم دیا کہ کشمیر میں فوج بھیج دیں لیکن اس نے صاف انکار کر دیا اور قائداعظم بے بس رہ گئے۔

جوناگڑھ کے نواب نے پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا تو ہندوستان نے اسے اس بناء پر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ عوام کا جمہوری فیصلہ نہیں بلکہ نواب کا ذاتی فیصلہ ہے۔ کشمیر کے مہاراجہ نے عوام کے جذبات سے کھیلتے ہوئے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کیا تو ہندوستان نے نہ محض اعلان کو منظور کیا بلکہ مدد کے لئے فوجیں بھجوا دیں۔ حیدرآباد کے نظام نے الحاق کے خلاف فیصلہ کیا تو تسلیم نہیں ہوا۔ نظام نے استصواب کی تجویز پیش کی تو وہ مسترد کر دی۔

ہندوستان نے یکم جنوری 1948ء کو مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں پیش کیا اس شکایت کے ساتھ کہ کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ہو چکا ہے اور وہ ہندوستان کا حصہ بن چکا ہے اور پاکستان نے اس کی حدود کو توڑ کر جنگ طرح ڈالی ہے اور حفاظتی کونسل کو مناسب اقدامات سے ان کا تدارک کرنا چاہئے۔ پاکستان نے اس کے جواب میں اپنا موقف پیش کیا اور بتایا کہ اس جارحانہ اقدام کا ذمہ دار ہندوستان ہے نہ کہ پاکستان۔ حفاظتی کونسل نے کشمیر کمیشن کے واسطے جنگ بندی کرا دی اور فیصلہ کیا کہ اہل کشمیر استصواب عامہ کے ذریعے یہ طے کریں کہ انہیں پاکستان سے الحاق منظور ہے یا ہندوستان سے۔ التوائے جنگ کا مرحلہ جنوری 1949ء کو طے ہو گیا تھا لیکن دوسرے مرحلے کی عملی صورت آج تک متنازع چلی آ رہی ہے

حالانکہ حفاظتی کونسل کی تمام تجاویز کو ہندوستان نے تسلیم کر رکھا ہے۔ پاکستان یا بھارت کے ساتھ الحاق کے سوا کوئی اور تجویز نہیں۔ ان تجاویز کی حیثیت بین الاقوامی معاہدوں کی ہے۔ اس کے باوجود بھارت اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔ ناانصافی کی انتہا ہے کہ ہر جگہ فیصلے کمزور اور طاقتور کو دیکھ کر کئے جاتے ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ مسئلہ کشمیر کا قطعی اور عادلانہ حل دنیا کے سامنے موجود ہے جس کی توثیق UNO کر چکی ہے۔ وہ حل ہے اہل کشمیر کا حق خود ارادیت اور اس کی بنیاد پر استصواب رائے۔ اس حل کے علاوہ کوئی اور حل نہ حکومت پاکستان کو قبول ہے اور نہ ہی کشمیر کے عوام کو۔ اگر اپنی مصلحتوں ضد اور ہٹ کی بنا پر اس استصواب رائے کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے سے ہندوستان کی ٹال مٹول کر کے گریز کی راہیں اختیار کر رہا ہے تو اس صورت میں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس متفق علیہ طے شدہ دوٹوک حل کو چھوڑ کر کوئی متبادل حل تلاش کیا جائے۔ اس مسئلہ کے لئے مزید نئے حل کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے؟ ہمیں غیر مبہم الفاظ میں واضح کرنا چاہئے کہ ہندو کا یہ کہنا کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے کھلا ہوا جھوٹ اور خلاف حقیقت پروپیگنڈہ ہے۔ انہوں نے خود اس کا اعتراف اور اعلان کر رکھا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ فیصلہ طلب ہے۔ اور یہ فیصلہ اہل کشمیر کی آراء کے مطابق ہوگا۔ ہندوستان اپنے اقرار سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ یہی بھارت اور پاکستان کے درمیان تمام اختلاف کی اصل بنیاد ہے۔ جب تک بھارت اہل کشمیر کو اپنے متعلق آپ فیصلہ کرنے کا حق نہیں دیتا تو ہماری ہندوستان کے ساتھ صلح نہیں ہو سکتی۔ ہم بھارت سے بات چیت بھی کرنا چاہتے ہیں تو صرف اس مسئلہ پر کہ کشمیر میں استصواب رائے کا طریق کیا ہونا چاہئے۔

یہ امر واقع ہے جس سے ہمیں انکار نہیں کہ وادئ کشمیر کے ایک حصہ پر بھارت کا قبضہ ہے۔ لیکن یہ قبضہ جائز نہیں۔ حق اور انصاف کے مطابق نہیں۔ وقتی کمزوری اور بے بسی کی بنا پر ظلم وستم برداشت کرنا جرم نہیں لیکن ظلم وستم کو مبنی برحق تسلیم کرنا ایسا جرم ہے کہ جس کے نتائج وعواقب سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ کسی ایسی مملکت کو جو UNO کی قراردادوں کا احترام نہیں کرتا' اقوام متحدہ کی رکنیت کا حامل ہو سکتا ہے؟

بہرحال ہمارا یہ موقف اصولی نوعیت کا ہے۔ ہم عملی سیاست میں حصہ نہیں لیتے۔ اس لئے ہمارا یہ اختلاف فکری حد تک ہے۔ لیکن یہاں ایسے عناصر موجود ہیں جو عوام کے جذبات کو مشتعل کر کے ملک میں ہنگامے برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اس قسم کی اشتعال انگیزیوں اور ہنگامہ خیزیوں سے شروع سے خلاف چلے آ رہے ہیں اور اب بھی شدت سے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمیں نہ ہندو سے بھلائی کی توقع کرنی چاہئے نہ انگریز سے۔ نہ امریکا سے' نہ روس سے۔ فریق مخالف کے ساتھ تعلقات معاہدہ کی رو سے قائم ہو سکتے ہیں لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ جو لوگ اخلاقی اقدار کو کوئی وقعت نہیں دیتے' ان کے نزدیک معاہدہ کو بھی کوئی وقعت نہیں۔ سولن کے الفاظ میں معاہدہ مکڑی کا جالا ہوتا ہے جو اپنے سے کمزور کو بڑی آسانی سے پھانس لیتا ہے۔ اس لئے ہمارے اندر اتنی قوت ہونی چاہئے کہ فریق مخالف معاہدہ شکنی کی جرأت

نہ کر سکے۔

بھارت کے عزائم کے تدارک کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں کہ ہم اپنی قوم کو مسلسل اور متواتر بتاتے رہیں کہ ہندو کیا ہے؟ اس کے عزائم کیا ہیں؟ وہ کس طرح ہمارے مٹانے کے لئے درپے ہیں۔ بھارت کے ساتھ عندالضرورت مذاکرات کیجئے لیکن قوم کے دل سے اس حقیقت کو ایک ثانیہ کے لئے بھی اوجھل ہونے نہ دیجئے کہ ہندو ہمارا بدترین ازلی دشمن ہے اور اس حقیقت کو عام کرنے کے لئے قوم کو تمام ذرائع و ابلاغ کو کام میں لائیے ہماری پالیسی یہ نہیں ہونی چاہئے کہ ہندو کے خلاف نفرت کے جذبات کو نہ پھیلایا جائے کیونکہ اس سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہو جائیں گے۔ یہ غلط پالیسی ہے۔ ہندو کے ساتھ ہم دوستانہ تعلقات کی لاکھ کوشش کریں، ہندو ہمارا دوست کبھی نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں اس خوش فہمی میں کبھی مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ایک صداقت ہے جسے ہماری خوش فہمیاں کبھی جھٹلا نہیں سکیں گی۔

ہم ''نوائے وقت'' کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اخبار نے اپنی پوری تائید کے ساتھ علامہ غلام احمد پرویزؒ کے تاریخی مقالے ''ہندو کیا ہے؟'' کو عام کرنے کے لئے قسط وار اشاعت کا سلسلہ کا آغاز کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اشاعت کا سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری رہے گا۔

ہندوستان، پاکستان کے ساتھ گفتگوئے مصالحت اور باہمی مذاکرات کے لئے معاہدۂ شملہ کا حوالہ دیتا ہے اور کبھی معاہدہ دہلی کا۔ لیکن مصالحت کے طرف ایک قدم نہیں بڑھنے پاتا۔ ہندو کو خطرہ ہے کہ پاکستان میں کہیں قرآنی اصول واقدار ایک مملکت کی شکل میں، عملی پیکر اختیار نہ کر لیں۔ اگر مسلمانوں کا معاشرہ ان خطوط پر متشکل ہو گیا تو اس کے انسانیت ساز نتائج کو دیکھ کر، ساری دنیا ان کی طرف کشاں کشاں آ جائے گی۔ ہندوستان میں ہندو لکشمی دیوی (دولت) کی پجاری، انتہائی سرمایہ پرست قوم ہے۔ ورنوں کے عقیدہ کی رو سے انہوں نے انسانوں کو اس طرح طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے کہ برہمن زادہ، پیدائش کے ساتھ ہی دنیا بھر کی عظمت و احترام کا مالک قرار پا جاتا ہے اور شودروں کی حالت غلاموں سے بھی بدتر ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم ان کی نگاہ میں ہے کہ دنیا میں کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ کسی دوسرے انسان کو اپنا محکوم یا محتاج بنائے۔ احترام آدمیت ہر انسانی بچہ کا یکساں حق ہے۔ اگر ان خطوط پر ایک معاشرہ قائم ہو جائے اور بھارت ماتا کی کچلی ہوئی انسانیت نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، تو اس سے وہ انقلاب آ سکتا ہے جو ان کے بالائی طبقہ کا سب کچھ بھسم کر کے رکھ دے۔ اگر یہاں فی الوقعہ قرآنی معاسرہ قائم ہو جاتا تو اس کے درخشندہ نتائج کو دیکھ کر وہاں کی پسی ہوئی انسانیت جھکڑ بن کر اٹھتی۔

ہندو نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کی الگ مملکت قائم ہی نہ ہو اور جب وہ اس میں ناکام رہ گیا تو اس سازش میں مصروف ہو گیا کہ یہاں قرانی نظام قائم نہ ہونے پائے۔ اس میں وہ ابھی تک کامیاب ہے۔ اس نتیجہ میں مملکت پاکستان کا آدھا حصہ تو ہتھیا کے لے ہی گیا ہے۔ باقی آدھے کے درپے تخریب ہے۔ ہماری بدنصیبی کی بھی کوئی حد نہیں۔ پاکستان نظری طور پر اسلامی مملکت ضرور ہے لیکن عملاً ابھی تک اسلامی مملکت نہیں بنا۔ جس کا

نتیجہ یہ ہے کہ ہم ان خوشگواریوں اور سرفرازیوں سے محروم ہیں ہمارے دکھوں کا علاج یہ ہے کہ یہاں قرآنی نظام قائم ہو جائے۔ یہی تمام مسائل کا حل ہے۔ اگر ہم نے قرآنی نظام کو پاکستان میں رائج کرلیا' تو اس سے نہ صرف ہماری مشکلات ہی کا حل مل جائے گا بلکہ ساری دنیا کو اس جہنم سے نجات مل جائے گی جس میں وہ آج بری طرح سے گرفتار ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا احساس ہم سے پہلے مغرب کے مفکرین کے دلوں میں بیدار ہو رہا ہے۔ (دیکھئے عصر حاضر کے نامور مورخ پروفیسر A.J.Toyrbee کی کتاب "The World and The West" صفحہ 31-30 اور اگر ہم یہاں قرآنی نظام قائم کرنے میں ناکام رہ گئے تو پھر یہاں مسلمانوں کی وہی حالت ہو جائے گی جو ہندوستان اور اب بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی ہے۔ یہاں وہ اسلام باقی رہ سکے گا جس کی اجازت اور آزادی ہندو دے گا۔ یعنی سیکولر نظام کے اندر والا اسلام' محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) والا اسلام باقی نہیں رہے گا۔

ہندوستان سے معاہدہ کرنے سے پہلے اپنے اندر وہ طاقت پیدا کرنی چاہئے جو استوار عہد کی ضامن بن سکے۔ ہمیں اپنی حکومت پر پوری طرح اعتماد و بھروسہ رکھنا چاہئے۔ جس پر ملک کے تحفظ اور نگہبانی کی ذمہ داری ہے۔ جو معلومات حکومت کو حاصل ہیں وہ عوام کو حاصل نہیں ہوسکتیں۔ حکومت کے فیصلے اپنی معلومات کی روشنی میں طے پاتے ہیں۔ حکومت کے کتنے راز ایسے ہوتے ہیں جو جنگ کے دوران عوام کو بتائے نہیں جا سکتے۔ اس لئے دشواری یہ بھی ہوتی ہے کہ فیصلوں کا اعلان کرتے وقت یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ان فیصلوں کی بنیاد کیا ہے۔ قوم کا حکومت پر اعتماد اور بھروسہ بہر حال ضروری ہے۔

ہم ملک کے سنجیدہ طبقہ کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ اس مسئلہ پر جذبات سے الگ ہو کر غور کریں۔ یہ مسئلہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں۔ اس وقت ہم تاریخ کے ایک نازک ترین موڑ پر کھڑے ہیں۔ ایسے ہی نازک موڑ پر جیسے ہم تحریک پاکستان کے آغاز میں کھڑے تھے۔ اس لئے اس سوال پر یونہی رواروی میں نظر نہ ڈالیں۔ عصر حاضر کے اندازِ جمہوریت کی رو سے رائے دہندگان کا میدان سمٹ کر زیادہ تر ان نمائندوں تک محدود ہو جاتا ہے جو کسی منصب کے لئے سامنے آتے ہیں۔ سوچیں کہ کس کے ملک محفوظ رہ سکتا ہے۔ آج تک تو صدر محترم موصوف اور ان کے اصحاب کی ہمت نے ملک پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ اس وقت پاکستان کا وقار' سابقہ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حکومت کوئی بھی برسر اقتدار ہو (بجز قرآنی حکومت کے) اس کے خلاف شکایات ضرور ہوں گی۔ ملک میں نظم ونسق کی خرابیاں برداشت کی جا سکتی ہیں۔ ان کی اصلاح بھی ہوسکتی ہے۔ اگر ملک باقی رہے گا تو خرابیاں دور کرنے کے لئے جدوجہد کی جا سکتی ہے۔ اگر (خدانکردہ) ملک ہی باقی نہ رہا تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟ کشتی کو ان لوگوں کے حوالے کس طرح کیا جا سکتا ہے جو اس کے پیندے چھید کرنے کے لئے تلے بیٹھے ہوں؟

ذٰلک بانھم کرھوا ما انزل اللہ فاحبط اعمالھم (۹/۴۷)

یہ ذلت خواری اس لئے ہے کہ یہ لوگ خدا کی کتاب کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کا سب کیا کرایا رائیگاں جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک احمد سرور

معراج انسانیت

سرور عالم، خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضرت محمدﷺ کی سیرت پاکؐ پر زیرتبصرہ کتاب ''معراج انسانیت'' محترم پرویز مرحوم کی تالیف ہے۔ علمائے پاکستان کے نزدیک پرویز مرحوم ایک متنازعہ ترین مفسر قرآن اور عالم دین ہیں۔ علماء کا ایک طبقہ تو انہیں عالم دین ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کا کہنا ہے کہ وہ یہودیوں کے آلۂ کار تھے۔ ''مقام حدیث'' کے حوالے سے ان کے نقطۂ نظر/ خیالات کے باعث علماء کی بڑی تعداد انہیں منکر حدیث، مرتد اور کافر تک سمجھتی ہے۔ بعض قرآنی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے بھی انہوں نے دیگر مفسرینِ قرآن سے بالکل مختلف تعبیر پیش کی ہے۔ کسی موضوع سے متعلق کسی فرد کی تعبیر اور نقطۂ نظر سے اختلاف کرنا ہر فرد کا حق ہے مگر کفر وارتداد ایک نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے اسی لئے شاید کسی مستند عالم دین نے ان پر ارتداد اور کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔ دور حاضر کے مقبول ترین مفسر قرآن حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے حدیث اور کئی دیگر امور سے متعلق پرویز مرحوم کے نقطۂ نظر پر شدید ترین تنقید کرتے ہوئے اسے غلط قرار دیا ہے مگر وہ بھی مرحوم کو کسی بھی درجہ میں مرتد یا کافر نہیں سمجھتے تھے۔ مقام حدیث اور کئی دیگر اسلامی امور کے بارے میں پرویز مرحوم کے نقطۂ نظر پر بڑی تعداد میں تنقیدی کتب بازار میں دستیاب ہیں جو اصحاب اس موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں وہ بازار سے یہ کتب خرید کر مطالعہ کرسکتے ہیں۔ ذیل کی سطور میں صرف ان کی کتاب ''معراج انسانیت'' کو زیرتبصرہ لایا جا رہا ہے۔

سخت ترین ناقدین بھی پرویز مرحوم کی اعلیٰ علمی وقلمی صلاحیتوں کے معترف ہیں اور اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ اپنی بات، موقف اور نقطۂ نظر کو بہترین زبان اور مستحکم دلائل کے ساتھ پیش کرنے میں شاید ہی کوئی ان کا ثانی ہو۔ زیرتبصرہ کتاب ''معراج انسانیت'' میں ان کی تمام علمی، تحقیقی اور قلمی صلاحیتیں اپنے جوبن پر نظر آتی ہیں۔ کسی پیراگراف میں سیرت رسولﷺ کے کسی پہلو پر ان کا قلم چنبیلی و گلاب کے پھول بکھیرتا دکھائی دیتا ہے تو کسی دوسرے پیراگراف میں باطل نظریات کے بخئے ادھیڑتا نظر آتا ہے اور کہیں حق کے باغیوں کو دلائل ومنطق کی مضبوط زنجیروں میں جکڑ لیتا ہے۔ اندازِ بیان اس قدر واضح اور اثر انگیز ہے کہ قاری نبی کریمﷺ کے نورانی پیکر کو اپنے ذہن وقلب میں ہی نہیں نظروں کے سامنے محسوس کرتا ہے اور کتاب کے آخر میں پہنچ کر قاری کا دل تڑپ اٹھتا ہے کہ کاش اس نورانی پیکر کی قیادت میں مجھے اپنی جان و مال قربان کرنے کا موقع ملا ہوتا، کاش

مجھے بھی اس عظیم ترین ہستی کے پاؤں میں بیٹھنے اور خدمت کرنے کے چند لمحے میسر آئے ہوتے مگر کتاب کے گزشتہ ابواب اسے یاد دلاتے ہیں کہ تعلیمات رسولؐ پر عمل کر کے یہ سعادتیں تم آج بھی حاصل کر سکتے ہو۔

کتاب پڑھتے ہوئے قاری محسوس کرتا ہے کہ وہ تاریخ کے سمندر میں کسی بحری جہاز پر کسی حق گو مؤرخ کا ہم سفر ہے۔ جہاز کے ایک طرف شیطانی افکار کے جنگلات ہیں اور دوسری طرف اسلام اور داعی اسلام ﷺ کی سیرت کے دلکش باغات۔ مؤرخ اپنے ہم سفر کو شیطانی جنگلات اور سیرت رسولؐ کے باغات دونوں کی سیر کراتا ہے اور پھر اسے سمجھاتا ہے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ صرف سیرت محمدیؐ کے باغات میں سے گزرتا ہے اور جنگلات کے راستے جہنم کے راستے ہیں۔ بلاشبہ سیرت رسول ﷺ پر منفرد انداز میں لکھی ہوئی ایک ولولہ انگیز کتاب ہے جو قدم قدم پر (سطر سطر پر) قاری کو سوچنے اور اپنے افکار و اعمال اور عقائد و نظریات کا جائزہ لینے پر مجبور کرتی ہے۔ قرآن مجید سیرت محمد ﷺ یعنی اسوۂ حسنہ کو کس انداز سے پیش کرتا ہے یہ جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔

مقامِ حدیث کے حوالے سے کتاب کے شروع اور آخر میں مختصراً اپنا نقطۂ نظر بھی انہوں نے پیش کیا ہے جس سے کئی قارئین کو اختلاف ہوگا مگر بحیثیت مجموعی کتاب اختلافی امور سے پاک ہے اور اس میں فرامین رسولؐ جگہ جگہ پڑھنے کو ملتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سیرتِ رسول پاکؐ یا اسلامی تاریخ کو کتب احادیث سے مدد لئے بغیر مکمل کیا جا سکے' مؤلف خود اعتراف کرتا ہے:

''قرآن نے اس انقلابِ عظیم کی تاریخ کو اپنی لوحِ محفوظ میں منقوش کر رکھا ہے تاکہ آنے والی نسلیں جب کبھی اپنے نظامِ زندگی کو صحیح خطوط پر متشکل کرنا چاہیں تو یہ تاریخی یادداشتیں (ذکر للعٰلمین) ان کے لئے چراغ راہ بن سکیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ 23 برس پر پھیلے ہوئے اس انقلابِ انسانیت کی تمام تفاصیل و جزئیات قرآن کے اندر نہیں مل سکیں گی کہ قرآن کا انداز یہی ہے کہ وہ اصولوں سے بیشتر اور جزئیات سے قلیل تر بحث کرتا ہے۔ اس لئے ان جزئیات کے لئے انسانوں کی جمع کردہ و ترتیب دادہ تاریخی یادداشتوں سے بھی استفادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ بظاہر ہر چیز بڑی آسان سی نظر آتی ہے اس لئے کہ ہمارے ہاں کتب سیر و روایات میں سیرت طیبہ کے متعلق بڑا ذخیرہ موجود ہے لیکن ایک قرآنی سیرت نگار کے لئے یہ مرحلہ سب سے زیادہ دشوار گزار ہے اور یہ دشواری ہے قرآن اور حدیث کی صحیح حیثیت کا تعین''۔

اپنی کتاب کے حوالے سے مؤلف کا کہنا ہے: ''معراج انسانیت میں آپ کے سامنے حضور رسالت مآب ﷺ کا وہی پیکرِ حسن و خوبی آئے گا جسے قرآن نے ایک جیتے جاگتے' چلتے پھرتے' ایمان و عمل کے بلندترین مقام پر فائز انسان کی سیرت کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور جو ہر اس قوم کے لئے جو دنیا میں اس قسم کا خوشگوار انقلاب پیدا کرنا چاہے جسے نبی اکرمؐ نے

متشکل کر کے دکھایا تھا' بہترین نصب العین بن سکتا ہے۔ اس سیرت طیبہ اور حیات نیرہ میں کوئی پیچ وخم راہ نہیں' کوئی راز مستور نہیں' کوئی سرّ پسِ پردہ نہیں' ایک جگمگاتے ہوئے چراغ کی روشنی ہے (سراجاً منیراً) جو ایک طرف خود چراغ کے ہر پہلو کو' دیدۂ بینا کے سامنے بے نقاب کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہر شے کا اصلی مقام بھی متعین کر دیتی ہے' لیکن مسلمانوں نے جس طرح قرآن جیسے نیرِ درخشندہ کو انسانی تصورات و تخیلات کے بادلوں میں چھپا رکھا ہے اور اس طرح اس کی روشنی اور حرارت سے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ ساری دنیا کو محروم کر رکھا ہے اسی طرح انہوں نے سیرتِ محمدیہؐ کے جگمگاتے چراغ کو بھی اپنے توہمات اور معتقدات کے دبیز پردوں میں مستور کر رکھا ہے۔ آج ساری دنیا اس روشنی کے لئے مضطرب و بے قرار پھر رہی ہے۔''

مؤلف کا مزید کہنا ہے: ''ان واقعات کو خود قرآن نے اپنے دامن میں اس لئے محفوظ کر لیا کہ تاریخ اس پر شاہد تھی کی جہاں انبیائے سابقہ کی پیش کردہ تعلیم' کائناتی حوادث یا انسانی دست برد کی نذر ہو گئی وہاں ان حضرات کی سیرت بھی اس قدر مسخ کر دی گئی کہ وہ آنے والوں کے لئے اسوۂ حسنہ بننے کے بجائے' الٹی ضلالت وغوایت کا موجب بن گئی۔ اسی خدشہ کے پیش نظر قرآن کریم نے حضورؐ کی سیرت طیبہ کے تمام اہم گوشوں کو خود اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کی تعلیم ہمارے پاس حرفاً حرفاً اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اسی طرح خدا کے رسولؐ کی سیرت مقدسہ کے اصولی گوشے نقشاً نقشاً اپنے حقیقی رنگ میں ہمارے لئے وجۂ تابانی قلب ونظر ہیں........... اب صورت یہ ہے کہ قرآن کریم میں حضور نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ کے اجمالی گوشے ہیں اور کتب سیر وروایات میں تفصیلی واقعات مذکور ہیں۔ جو کچھ قرآن میں ہے اس کے کسی ایک حرف کے غلط یا محرف ہونے کا امکان نہیں لیکن جو کچھ کتب سیر وروایات میں ہے اس میں صحیح کے ساتھ غلط اور اصلی کے ساتھ وضع کی بھی آمیزش ہو گئی ہے لہٰذا ذات رسالت مآبﷺ کی سیرت نگاری کے سلسلہ میں راہ صواب یہی ہے کہ جو کچھ قرآن کریم میں ہے اسے اصل عنوان قرار دیا جائے اور کتب سیر وروایات سے صرف انہی واقعات کو لیا جائے جو اس اصل کی تائید کرتے ہوں۔''

یہ خوش آئند بات ہے کہ مؤلف اپنی تعبیر اور نقطۂ نظر کو دوسروں پر ٹھونستا نہیں ہے بلکہ کہتا ہے: ''اب پھر اس کا اعادہ ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے اپنے فہم قرآن کے متعلق کبھی یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ وہ سہو وخطا سے منزہ ہے۔ یہ قرآن فہمی کی ایک انسانی کوشش ہے اور ہر انسانی کوشش کی طرح اس میں غلطیوں کا امکان ہے۔''

پرویز مرحوم کے افکار سے اختلاف اپنی جگہ مگر سیرت رسول پاکﷺ کو قرآن کے آئینے میں دیکھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہو گا۔ ویسے بھی ہمارے پیارے رسول پاکﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ حکمت مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرو۔ کسی عیسائی مفکر کی کتاب کے مطالعہ سے آپ عیسائی نہیں ہو جاتے اس لئے پرویز کی کسی کتاب کے مطالعہ سے ضروری نہیں ہے کہ آپ ''پرویزی'' بن جائیں۔ مجھے یاد ہے کہ آج سے 29

سال قبل جماعت اسلامی پاکستان کے ایک رکن نے مجھے کہا تھا کہ پرویز کی کتب ''معراج انسانیت اور شاہکار رسالت'' کا ضرور مطالعہ کریں مگر میں نے ان کی یہ تجویز یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ میں کسی منکر حدیث کی کوئی کتاب پڑھنا پسند نہیں کرتا۔ آج یہ کتاب برائے تبصرہ موصول ہوئی اور جو پڑھی تو معلوم ہوگیا کہ جماعت اسلامی کے رکن کا مشورہ صحیح تھا اور اس کتاب کے مطالعہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ذہن میں مزید روشن ہوگیا کہ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں سے بھی ملے حاصل کرو۔

کتاب ہذا میں سیرت رسول پاکؐ کے علاوہ قدیم تہذیبوں مثلاً تہذیبِ مصر' کالڈیا کی تہذیب' اشوری تہذیب' تہذیب یونان' ہندوستان کی تہذیب اور رومتہ الکبریٰ کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ سے پہلے عرب کی جو حالت تھی اس کا بھی تفصیلی تذکرہ ہے۔ نبی کریمؐ اور اسلامی تہذیب وتمدن کے بارے میں غیرمسلم مشاہیر کی کتابوں سے اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں۔ کتاب میں جگہ جگہ فارسی زبان میں اشعار ہیں مگر ان کا ترجمہ نہیں دیا گیا۔ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی اس زمانے میں تو ہر اردو پڑھنے والا فارسی زبان سے بھی آگاہ ہوتا تھا مگر اب صورتحال وہ نہیں رہی اس لئے ضروری ہے کہ ان فارسی اشعار کا ترجمہ بھی ساتھ دیا جائے۔ کتاب کی کتابت' پرنٹنگ اور بائنڈنگ نہایت معیاری ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ' بابت مارچ 2004ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقطۂ نظر

غلام باری، مانچسٹر، یو۔کے۔

مہلت کی قدر کریں

افراد کی طرح اقوام میں بھی خدا کا قانونِ مکافاتِ کارفرما رہتا ہے، جس کی رو سے صحیح روش پر چلنے والی قوم کو عروج اور ترقی حاصل ہوتی ہے، غلط روش پر گامزن قوم زوال و ہلاکت کے گڑھوں میں گر جاتی ہے۔ ہر عمل کا نتیجہ تو اسی وقت مرتب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ محسوس طور پر اسی وقت سامنے نہیں آ جاتا۔ عمل اور اس کے نتیجہ کے محسوس طور پر سامنے آنے کے وقفہ کو مہلت کی مدت کہا جاتا ہے اگر اس دوران میں فرد یا قوم غلط روش چھوڑ کر قوانین خداوندی کا اتباع شروع کر دے تو اس کے سابقہ غلط اعمال کے تخریبی نتائج مٹ جاتے ہیں، اور انہیں سامانِ حفاظت مل جاتا ہے، اسے توبہ یا مغفرت کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ خدا کے قانون مکافات کی رو سے غلط روش پر چلنے والی قوم کی گرفت فوری نہیں ہو جاتی خدا مہلت دیتا ہے، اور مہلت کا مل جانا خدا کا فضل ہے تاکہ یہ اس میں اپنی اصلاح کر لے۔ قرآن میں غور و فکر سے عجب بات سامنے آتی ہے وہ یہ کہ ہم پاکستانیوں کی مماثلت قوم بنی اسرائیل سے پائی جاتی ہے، وہ مصر سے ہجرت کر کے سینا کی وادی میں آئے تھے، ہم بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان سے آئے، یہودی علماء نے خود وضع کردہ عقیدہ ''وحی غیر متلو'' کی رو سے روایات جمع کر کے اسے تورات کا درجہ دے دیا، ہمارے علماء مشائخ نے ''وحی خفی'' کے عقیدہ سے جھوٹی سچی روایات کو قرآن کریم پر قاضی ٹھہرا دیا۔ انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں، ہم نے بھی اپنے بداعمال اور مصنوعی نسبت سے نبی کریم ﷺ کے مقدس نام اور اسلام کو ساری دنیا میں بدنام کیا ہوا ہے، یہود کو اپنی غلط روش کی وجہ سے 1878 سال ذلت آمیز زندگی بسر کرنے کے بعد غیروں کی پشت پناہی سے دوبارہ اپنا ملک ملا۔ سورۃ الحج میں مذکورہ ہلاکت انگیز تباہی و بربادی میں گرفتار اقوام کی طرح ہمارے دریاؤں کا پانی بھی ناکافی ہوتا جا رہا ہے، اوپر سے بارش بھی کم ہوتی ہے، اور آہستہ آہستہ کنویں بھی بےکار ہوتے چلے جا رہے ہیں، معاشرہ میں روز بروز ناہمواریاں اور برائیاں بھی ترقی کرتی جا رہی ہیں، ہمارا ملک تباہی کے کنارے کھڑا ہے۔ 1947ء والے مقام پر دوبارہ آنے کے لئے بہت سی صدیاں درکار ہوں گی، اللہ نے اپنے کرم سے ہمیں پاکستان کا خطہ زمین، لا الہٰ الا اللہ کی صداقت کا زندہ محسوس اور عملی ثبوت بہم پہنچاتے ہوئے قرآنی نظام کے تحت زندگی بسر کرنے کے لئے عطا کیا تھا (مگر افسوس کہ) 57 سال کے لمبے عرصہ کی مہلت ملنے کے باوجود ہم اپنا عہد پورا نہ کر سکے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ لندن، بابت 12 فروری 2004ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وارثانِ منبر ومحراب کی خدمت میں

مرحوم آغا شورش کاشمیری نے 7 جون 1971ء کو ایک اداریہ تحریر فرمایا تھا جس کا عنوان تھا۔ ''وارثانِ منبر ومحراب کی خدمت میں' شرعی صورتوں سے زیادہ اس وقت شرعی سیرتوں کی ضرورت ہے!'' اس اداریہ کو مؤقر جریدہ چٹان نے اپنی اشاعت بابت 23 اپریل 1979 میں' دوبارہ چھاپا۔ اسے اس جریدہ کے شکریہ کے ساتھ قارئینِ طلوع اسلام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔مولوی صاحبان' آغا شورش مرحوم کو اپنے مخالفین کی صف میں بہرحال شمار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ہمیں امید ہے کہ ان کی زبان سے یہ حقائق پڑھ کر ہی ان حضرات کو ناگوار نہیں گزرے گی۔

ابھی پچھلے دنوں لاہور میں دو تین سیرت کانفرسیں ہوئی ہیں۔ ان میں بعض قابلِ احترام اور جید و متبحر علماء شریک ہوئے۔ سب نے اپنے موضوع پر نہایت مرصع تقریریں کیں۔ ان کانفرنسوں میں ہم نے تین باتیں پائیں۔

پہلی بات' شرکاء اجلاس (سامعین) کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل تھی جو اسلام کے موروثی پیروکار ہیں اور وہ تذکرۂ سیرت کی ان محفلوں کو ثوابِ دارین پر محمول کرتے ہیں لیکن اسلام کا معاشرہ سے مطالبہ کیا ہے اس سے قطعاً ناواقف ہیں۔

دوسری بات' اکثر تقریریں وعظ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کا عصرِ حاضر اور اسلام یا دعوتِ رسالت اور عصری سیاست کے مسائل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ عام خیال یہ ہے اور ہے بھی بڑی حد تک قرینِ صداقت کہ ہمارے یہ علماء ''قرآن ہر زمانے کے مطابق بولتا ہے'' کی سچائی سے قطعاً بے بہرہ ہیں۔ یہ علماء سے کہیں بڑھ کر اسلام کے داستان گو ہیں۔ان کا بلکہ کسی بھی روایتی عالم دین کا مسلمانوں پر کوئی اجتماعی اثر نہیں ہے۔

تیسری بات' کرخندار سیاستدانوں کے نزدیک چٹان کا واحد جرم یہ ہے کہ وہ اسلام کا نام لیتا اور اس کا غلبہ چاہتا ہے۔لیکن شخصی احترام کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان علماء کی ننانوے فیصد اکثریت ایسی ہے کہ ہمارے دل میں ان کے لئے دینی احترام مفقود ہے۔۔۔ہم اسلام سے براہِ راست آگاہ نہ ہوتے تو ان بزرگوں کا وجود ہی اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے کافی تھا۔نئی نسلیں اسلام سے کٹ رہی ہیں۔اس کی وجہ خود ہمارے علماء (وارثان منبر

ومحراب) کا وجود ہے۔ یہ کس سنتِ نبویؐ کی تلقین کرتے ہیں؟ جس پر خود عمل نہیں کرتے! شرعی صورتیں بنانا ہی تو اسلام نہیں، شرعی سیرتیں بنانا بھی اسلام ہے اور حقیقی اسلام! لیکن یہ اسلام کتنوں میں ہے؟ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیوند لگے ہوئے کپڑوں کا ذکر کرتے ہوئے حیاء نہیں آتی! جو وضع وقطع کے لحاظ سے دولہا بن کر پچیس سے پچاس ہزار کے موٹر پر سوار ہو کر محفلِ وعظ میں آتا، فاقۂ رسالتؐ کی حکایت چھیڑتا اور ریشم وحریر پہنتا ہے۔ وہ لوگ اخلاقِ نبویؐ کا سبق کیا دے سکتے ہیں جن کی زبان شریعت ترجمان خرافات سے لدی پھندی ہوتی ہے؟ وہ نسلیں کیونکر ان سے مطمئن ہو سکتی ہیں جنہیں نانِ جویں تک میسر نہیں لیکن جنہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ کے ستو اور کھجور کا ذکر کرنے والے پورا مرغ ہضم کر جاتے ہیں اور جن کے دسترخوانوں پر کئی کئی کھانے ہوتے ہیں۔ ہم کسی فردِ واحد کسی متعین جماعت یا کسی شخصی کردار کو سامنے رکھ کر یہ بحث نہیں کر رہے اور نہ یہ مقصودِ بحث ہی ہے ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں ایک اجتماعی سرشت اور ایک خاص ذہنیت سے متعلق لکھ رہے ہیں۔

مسجدوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ جس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس پر منفی تبصرے کرتے، خطبہ لمبا ہو جائے تو پھر مذاق اڑاتے ہیں حتیٰ کہ عیدین میں جس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس کے خطبے یا دعاؤں کی نوعیت پر ایں وآں کے چھینٹے اڑاتے ہیں۔ ہم پچھلے دنوں دو تین دوستوں کے جنازہ میں شریک ہوئے تو جنازہ کی نماز میں امام سے متعلق بعض لوگوں کو کسلمند پایا۔ انہیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ امام نماز جنازہ سے متعلق لوگوں کو بتائے۔ بس جلدی کروتا کہ ہم جائیں۔ وہ نسل جو پچھلے دس پندرہ برس میں جوان ہوئی ہے اس کی ایک خاصی تعداد متنفر ہے۔ ایک بڑی تعداد بیزار ہے اور ایک غالب تعداد ہے کہ تاریخِ اسلام میں ان بزرگوں کا وجود (ان کے نزدیک) گورکن سے زیادہ کوئی مرتبہ یا معنی نہیں رکھتا!

حقیقت یہ ہے کہ ان کی وجہ سے مذہب کا احترام ختم ہو گیا اور اب مذہب کا احترام نہ ہونے کے باعث ان کا احترام باقی نہیں رہا۔ دکانیں رہ گئی ہیں مال نہیں رہا، جسم رہ گیا ہے، روح نہیں رہا، ہم وہ لوگ ہیں جو محکمات (متشابہات) پر ایمان رکھتے ہیں۔ متشابہات کیا ہیں؟ خدا کی ذات وصفات ملائکہ کا وجود ونبوت، مرنے کے بعد زندگی، عذاب وثواب، دنیا کی ابتداء پیدائش (کن فیکون) اور عالم آخرت کے احوال وواردات وغیرہ۔ لیکن جن وارثانِ منبرو محراب کا ہم نے مشاہدہ وتجربہ کیا ہے ان میں دو چار گنے چنے اکابر کو چھوڑ کر باقی جمِ غفیر عالمِ غیب (غیر محسوسات) ایک طرف رہا عالمِ شہادت (محسوسات) کا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔

ایک مسلمان کا سفرِ زندگی اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ موت، حیاتِ اُخروی کی ابتدا ہے۔ ہم ایسوں کی واحد آس حضورؐ سرورِ کائنات کی رحمتہ اللعالمینی ہے۔ ہمارا شرف یہ ہے کہ ہم ان کی امت میں ہیں، ہمارے پاس ورثہ انبیاء نہیں، نہ ہم رسولؐ کے وارث ہیں، نہ ہم نے تفسیر وسیرت کی دوکان لگائی ہے ہم کسی مدرسہ کے شیخ الحدیث نہیں، نہ

ہماری زندگی تقویٰ وعلم کا سراپا ہے ؎

نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہہ

لیکن ہم جانشینانِ مسندِ رسالتؐ اور منبر ومحراب سے نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اسلام نئے فلسفوں کی کربلا میں نواسۂ رسولؐ کی طرح کلمہ گوؤں کی شقاوت کا شکار ہے۔ نئی نسل کی دینی حسیات معریٰ ہوگئی ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آخرت کا خوف باقی نہیں رہا۔ اور آخرت کا تصور ہی ایک ایسی چیز ہے جو اخلاق پیدا کرتا ہے۔ جن قوموں میں اخلاق نہیں وہ آتشِ دوزخ کی طرح تپتی اور چراغِ گورغریباں کی طرح بجھ جاتی ہیں۔

یہ اداریہ ایڈیٹر کے قلم سے ہے جو کچھ لکھا سوچ سمجھ کر لکھا اور انشراحِ صدر کے ساتھ لکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دو سال میں علماء کے زہد وورع کو ان کے قول وقرار اور تقویٰ وعلم کو ان کے زبان وبیان کی ترازو میں تولا تو عقیدت کا برائے نام پرتو بھی ختم ہوگیا۔

ہم اپنے اس لازوال یقین کا اعادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ علماء کی موجودہ کھیپ کا نوے فیصد عصر نئی نسلوں کو اسلام کی دعوت دینے کا اہل ہی نہیں۔

ایڈیٹر چٹان تو ان کے قرب پر جہنم کی آگ کو ترجیح دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے۔

☆☆☆

طلوع اسلام

آغا شورش مرحوم نے یہ کچھ 1971ء میں کہا تھا۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو:

؎ کیا جانئے کیا کہتے۔ کیا دیکھتے۔ کیا کرتے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالرب صاحب

زندگی کا لنگر

انسانی زندگی کی مثال کشتی کی سی ہے۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں بطخ کی مانند سیدھی تیرے گی۔ پانی میں سکون نہ ہوتو ہوا کے جھونکے اور موجوں کے تھپیڑے جدھر چاہیں اسے لے جائیں گے۔ لنگر کے بغیر کشتی کو قرار نہیں۔

کچھ ایسی ہی کیفیت انسان کی ہے۔ اسے آزاد چھوڑ دو تو کوئی بتا نہیں سکتا کہ وہ کدھر جائے گا اور کہاں ٹھہرے گا۔ مکھی کی مانند نہ اس کی کوئی خاص سمت ہوگی نہ جائے قرار۔ کاغذ کے پرزے کی طرح ہوا کا ہر جھونکا اسے اڑائے پھرے گا۔

لیکن زندگی کی ہوا فضائے آسمانی کی بجائے سینوں میں چلتی ہے اور آندھی کی طرح دل و دماغ کو لپیٹ میں لئے انسان کو دیوانہ بنا دیتی ہے۔ وہ خون پسینہ ایک کرتا رہتا ہے مگر بکھرے ہوئے دانوں کو سمیٹ نہیں سکتا۔ **''ان سعیکم لشتیٰ''** (۹۲/۴) اس کی زندگی میں لنگر نہیں ہے۔

انسان کی دن رات کی ساتھن اور رہنما عقل ہے لیکن عقل کو انفرادی نفع کمانے اور اپنے فائدوں کی جستجو سے کب فرصت ہے۔ لنگر ڈھونڈے تو کون؟

جس نے جان دی تھی آخر اسی نے بتایا کہ انسانی زندگی کا لنگر ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یعنی اللہ کے دیئے ہوئے ہمیشہ رہنے والے زندگی کے وہ بنیادی اصول جنہیں اس کے رسول محمد ﷺ نے قرآن کریم میں لکھوا کر امت کو سونپا اور جن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔

قرآنی اصولوں میں سے ایک اصول ''انسان کا جائز حق اس کی محنت کا بدلہ ہے''۔ یہ اصول ہوا زندگی کے لنگر کی ایک شاخ۔ لنگر کی ایک اور شاخ ہے ''تکریمِ انسانیت'' **''ولقد کرمنا بنی آدم''** (۱۷/۷۰) ہم نے ہر انسان کو واجب التکریم بنایا ہے یعنی تکریم میں انسانوں میں تمیز نہیں کی جا سکتی۔ ہر انسان' انسان ہونے کی حیثیت سے قابلِ عزت ہے۔ کالا ہو یا گورا۔ امیر ہو یا غریب۔ مٹی میں لت پت مزدور ہو یا صاف ستھرا پیشہ ور۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ہو یا قیمتی لباس میں۔ نحیف و نزار ہو یا تنومند۔ ہم مذہب ہو یا غیر مذہب والا۔ غرض ہاتھ۔ پیر۔ آنکھ۔ کان۔ ناک والا ہر انسان عزت کے سلوک کا مستحق ہے۔ سامنے آئے ہوئے ہر انسان کو سلام کرنا طبیعت پر بار ہو سکتا ہے لیکن یہ ہچکچاہٹ (جو بہرحال ہے تکریم کے خلاف) کوشش سے دور کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہوگی تو تکریم کے ساتھ دوسروں کو ذلیل سمجھنے کا جذبہ بھی دل میں جگہ پائے گا اور زندگی دورخی ہو جائے گی۔ جس سے ہمارا کام ہوا اس کی عزت کی اور جس کا ہم سے کام ہوا اسے دھتکار دیا۔ خود بھی لرزا کئے اور دوسروں کو بھی ہراساں کیا۔

تکریم' انسان کو باہمت اور حوصلہ مند بناتی ہے۔ کرنے والے کو بھی اور عزت پانے والے کو بھی۔ ہمت اور حوصلہ وہ چیز ہے جو جیتے جی انسان کو بلند رکھتی ہے اور جو موت

کے بعد اس کی ذات کو زندگی کے اگلے مرحلے طے کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ یعنی جنتی زندگی کا وارث۔ تکریم سے دنیا کی زندگی بھی جنتی بن سکتی ہے بہ شرطیکہ تکریم کو انسانی برادری کی تعمیر کی بنیاد بنایا جائے۔ ''**ربنا آتنا فی الدنیا حسنتہ و فی الآخرۃ حسنہ**'' (۲/۲۰۱) مگر یہ حَسین آرزو پیدائشی مسلمان کے منہ سے اسی وقت بھلی لگے گی جب وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا عہد پکا کرے۔ اور اٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر وقت اس کا دھیان رکھے۔ یعنی اپنے ہر فیصلہ اور ہر کام میں پہلے یہ دیکھے کہ وہ قرآن کریم کی کسی ہدایت سے تو نہیں ٹکراتا۔ قرآن کریم نے اس عہد کو اللہ کا عہد کہا ہے اور اسے پورا کرنے کی ہدایت کی ہے ''**بعھداللہ اوفوا**'' (۶/۱۵۳) اس عہد کو توڑنے والے فاسق اور ٹوٹا (نقصان) پانے والے ہیں (۲/۲۷) پیدائشی مسلمانوں کی موجودہ پستی وہ نقصان ہے جو عہد اللہ کے توڑنے کی پاداش میں ان کے حصہ میں آیا ہے۔

تکریم کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ عزت کے سلوک کے ساتھ ساتھ تکریم کرنے والا واضح طور پر یہ بھی سمجھے کہ جس طرح وہ اپنی مرضی آزادانہ استعمال کرنا چاہتا ہے اسی طرح وہ دوسروں کو بھی اپنی مرضی آزادانہ استعمال کرنے سے نہ روکے اور اپنی مرضی کو ان پر ہرگز نہ ٹھونسے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مرضی جس کسی کی بھی ہو وہ قرآنِ کریم کی مقرر کردہ حدوں سے نہ بڑھے۔

تکریم کے سلسلے میں اتنی بات اور یاد رکھنی چاہئے کہ انسان کی بنیاد ہی تکریم کے بعد معاشرہ میں مختلف افراد کی عزت، ان کے اعمال اور کردار کی رو سے متعین ہوگی اور سب سے زیادہ عزت کا مستحق وہ ہوگا جو سب سے زیادہ قوانینِ خداوندی کا پابند ہوگا۔

سجدہ جو شکر ہی کا بشر کر نہیں سکے
پیدا دعا میں کوئی اثر کر نہیں سکے

صد حیف طائفینِ حرم بھی یہ دین کی
لمبی سیاہ شب کو سحر کر نہیں سکے

اِس کی کہ اپنی ذات میں خود سر نہیں ہیں ہم
خود رفتگی میں خود کو خبر کر نہیں سکے

لاشے کفن میں، جامۂ احرام کے یہ لوگ
دل کو پھر اپنے کیوں ترا گھر کر نہیں سکے

منزل پہ کیا پہنچتے کسی کارواں کے ساتھ
تیار ہی جو رختِ سفر کر نہیں سکے

آگاہ کر سکیں انھیں جذبوں سے فضلؔ ہم
چاہا خلوص سے تھا مگر کر نہیں سکے

فضل کریم فضلؔ ناٹنگھم، انگلینڈ

حدیث کے پرکھنے کا معیار

(1) سنیوں کے نزدیک

مسند احمد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تکثر لکم الا حادیث بعدی فما روی لکم حدیث عنی فاعرضوہ علی کتاب اللہ۔ فما وافقہ فاقبلوہ وما خالفہ فردوہ۔

میرے بعد تم سے بڑی کثرت سے حدیثیں بیان کی جائیں گی۔ لہٰذا میری کوئی حدیث تم سے روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ (قرآن) کے سامنے پیش کرو۔ پھر جو اس کے مطابق ہو اسے قبول کرو اور جو اس کے خلاف ہو اسے رد کردو۔

(2) شیعوں کے نزدیک

روی عنہم علیہم اسلام ما اتکم منا فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ۔ فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالفہ فاطرحوہ۔

(استبصار۔ جلد 3۔ صفحہ 158۔ بحوالہ ثقافت)

ائمہ سے مروی ہے کہ ہماری طرف سے تمہارے پاس جو کچھ بھی آئے اسے کتاب اللہ (قرآن) کے سامنے پیش کرو۔ پھر جو کچھ کتاب اللہ کے مطابق ہو اسے لے لو اور جو کچھ اس کے خلاف ہو اسے پھینک دو۔

طلوع اسلام

احادیث کے پرکھنے کے لئے طلوع اسلام کا یہی نقطۂ نظر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایاز حسین انصاری

حقائق و عبر

1- کنفیڈریشن

''بھارت کے نائب وزیراعظم لعل کشن ایڈوانی نے کہا ہے کہ پاکستان اور بھارت کی علیحدہ علیحدہ مملکتیں بننے کے باوجود ان کے مسائل حل نہیں ہوئے اس لئے بہتر ہوگا کہ یہ دونوں ممالک اپنی اپنی خودمختاری کے اندر رہ کر کنفیڈریشن بنا لیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے حکمران بھی تسلیم کرتے ہیں کہ شری واجپائی ''مین آف دی پیس'' ہیں اس لئے ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں ملک کنفیڈریشن بنالیں۔''

اس حقیقت سے کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا ہے کہ:

-- مسئلہ کشمیر کا منصفانہ اور قطعی حل دنیا کے سامنے موجود ہے'

-- اس حل کو دونوں ممالک پاکستان اور ہندوستان بطیب خاطر قبول کر چکے ہیں'

-- UNO اس حل پر کئی سال قبل سے مہرِ توثیق ثبت کر چکی ہے' اور

-- کشمیر کے عوام اور ان کی نمائندہ جماعتیں اس حل کے سوا اور کوئی حل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

وہ حل ہے:

اہل کشمیر کا حق خود ارادیت اور اس کی بنیاد پر استصواب رائے۔

کیا اس وقت ہندوستان اس طے شدہ حل سے روگردانی کر سکتا ہے؟ اس سے انکار ہندوستان کی ہٹ دھرمی نہیں؟ کیا ہندوستان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے پاکستان کو مجبور کیا جا سکتا ہے کہ متبادل حل کے ذریعے اپنے ملک کی بنیاد کو ہی اکھیڑ دیں؟

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ طے شدہ حل کی موجودگی میں مزید نئے حل تلاش کرنے کی ضرورت کیا ہے جو پاکستان کی اساس اور اس کے جواز تک کو سبوتاج کر کے رکھ دے۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کئی مسائل ابھر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ دونوں ملکوں میں دوستی کی فضا قائم کرنے کے لئے منفی اور تخریبی انداز فکر اختیار کیا جائے اور مملکت پاکستان کی بنیادوں کو ہی زیروزبر کیا جائے۔ کنفیڈریشن کی صورت کیونکر پیدا کی جائے۔ یہ طرز فکر نہ صرف مملکت پاکستان سے غداری کے مترادف ہے بلکہ ہمارے دین اور ایمان کے تقاضوں کے منافی بھی جن کی بجا آوری کے لئے

ہم نے اپنی اس جداگانہ مملکت کے حصول و قیام کے لئے اپنی اس جداگانہ مملکت کے حصول و قیام کا نعرہ بلند کیا تھا۔ اس کے لئے سالہا سال تک جان توڑ جدوجہد کی اور بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ مملکت ایک جیتی جاگتی درخشندہ حقیقت بن کر نقشۂ عالم میں ابھر آئی۔ انشاء اللہ اب یہ حکومت اپنی آزادی اور استقلال کے شایان شان روایت کے ساتھ ہمیشہ زندہ و سلامت رہے گی۔ اور اسے وقت و حالات کے کسی بڑے سے بڑے تقاضے پر قربان کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

جو مملکتیں محض سیاسی مصالح کی بنا پر وجود میں آئی ہوں ان کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا۔ جب سیاسی مصلحتوں کا تقاضا ہوتو وہ دوسری مملکتوں کے ساتھ کنفیڈریشن قائم کرلیں حتیٰ کہ وہ اپنے آپ کو کسی دوسری مملکت کے میں مدغم بھی کردیں۔ لیکن مملکت پاکستان کا وجود اس حقیقت کا اعلان ہے کہ کفر و اسلام، شرک اور توحید، باطل اور حق میں ادغام تو ایک طرف، کسی قسم کا اشتراک نہیں ہوسکتا۔ یہ مملکت اپنے آپ کو ہندوستان جیسی دوسری مملکت کے دامن کے ساتھ کیسے منسلک کرسکتی ہے جس سے وہ دین کی بنیادوں پر الگ ہوئی تھی؟ کنفیڈریشن تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مملکت پاکستان سیاسی وجوہ کی بنا پر وجود میں لائی گئی تھی۔ مسلمانوں کی جداگانہ مملکت کی وجۂ جواز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اب کنفیڈریشن کو تسلیم کرنے سے کل دوسرے مسئلہ کے حل کے لئے بار دگر ادغام کے لئے بھی تیار رہنا ہوگا۔ ایسی تجویز کو سامنے لانے سے پہلے شری ایڈوانی کو سوچ لینا چاہئے تھا کہ اس پر ملت اسلامیہ پاکستانیہ کا ردعمل کیا ہوگا؟

تاریخ کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوجائے گا کہ اس جنگ کا آغاز سرسید احمدؒ کے دور میں ہی ہو چکا تھا۔ اسی زمانے میں ہی ان کی عقابی نگاہیں یہ اندازہ لگا چکیں تھی کہ اپنے بنیادی نظریات وتصورات کے اعتبار سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی نفسیات ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہے کہ ان دونوں کا مل کر چلنا ممکن نہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اور یہاں کے نظام حکومت پر انگریز حکمرانوں کی گرفت کمزور پڑتی گئی ہندوؤں کے قلوب اور اذہان پر سے نقاب اٹھتے چلے گئے اور یہ حقیقت نکھرتی اور ابھرتی چلی گئی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی منزل مقصود ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہے اور یہ قطعاً ممکن نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے شریک کار بن سکیں۔ پاکستان کا قیام اسی ناقابل انکار حقیقت کا جیتا جاگتا نشان ہے۔

2- آئینہ جمہوریت

حمید نظامی مرحوم کی یاد میں حمید نظامی ہال میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ تقریب کی صدارت سابق صدر رفیق تارڑ صاحب نے کی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے ان (مرحوم نظامی صاحب) کی صحافت اور جدوجہد کو ملک سے وفاداری، جمہوریت کے استحکام اور حب الوطنی سے مشروط قرار دیا............ مقررین نے تقریریں کیں۔ سابق صدر نے کہا کہ پاکستان اس وقت شدید بحران سے دوچار ہے۔ جرنیل حضرات نے ملک کی مقبول ترین قیادت میاں نوازشریف اور بے نظیر بھٹو ....کو............ روکا ہوا ہے............ مصیبتوں کی جڑ اور بنیادی وجہ جمہوریت کا نہ ہونا ہے............ فوجی حکمران بھی تو قوم کے سامنے سرنڈر کرنا سیکھیں.............

(روزنامہ نوائے وقت، 25 فروری 2004ء)

حقیقت یہ ہے کہ نظری اعتبار سے یہ کتنا خوش آئند کیوں نہ ہو عملاً جمہوری نظام کسی بھی صورت میں جمہوری نہیں ہوسکتا۔

آیئے آج ہم آپ کی خدمت میں جمہوریت کی ایک جھلک آئینہ میں پیش کررہے ہیں۔ملاحظہ کیجئے۔

پروفیسر کوبن نے کہا تھا کہ جمہوریت درحقیقت ایک نقاب ہوتا ہے۔ وہ ذرا سا بھی کھسک جائے تو اس کے پیچھے چھپی ہوئی آمریت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ آنجہانی مسز اندرا گاندھی بھارت کی وزیراعظم تھیں۔ یہ واقعہ 1975ء کا ہے۔ ان کے انتخاب کے خلاف عذرداری کے مقدمہ میں الٰہ آباد ہائی کورٹ کے ایک جج۔جسٹس جگ موہن لال نے مسز اندرا گاندھی کے خلاف فیصلہ سنادیا۔مسز گاندھی کو مجرم اوراس کے انتخاب کو کالعدم قراردے دیا۔مسز گاندھی نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کردی۔اس وقت ملک میں ہنگامی حالات نافذ تھے۔اس کا فائدہ لیتے ہوئے تمام خبروں پر سنسر بٹھایا گیا۔ پچاس ساٹھ ہزار کے قریب افراد پابندِ سلاسل کئے جاچکے تھے۔ان میں ممتاز لیڈر بھی شامل تھے جو جنگ آزادی کے نامور ہیرو تھے۔ سب کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔ ہائی کورٹ کے جس جج نے وہ فیصلہ دیا تھا اسے قتل کر دیا گیا (نوائے وقت' لاہور مورخہ 3 اگست 1975ء) اس کے باوجود مسز گاندھی کو اس کا احساس ہوا کہ یہ جج صاحبان شاید ان کے خلاف آزادانہ فیصلہ دے دیں۔مقدمہ کی ساعت سے دوتین دن پہلے ایسا انتظام کروایا کہ سپریم کورٹ اس مقدمہ کی سماعت نہ کرسکے اور نہ ہی کوئی قانون اس پر لاگو ہوسکے جس سے وہ ایسے منصب پر برقرار نہ رہ سکے۔ پارلیمان کا ہنگامی اجلاس بلایا گیا اوراس میں مطلوب قوانین منظور کرالئے اوران قوانین کو ہائی کورٹ سے پہلے کی تاریخوں میں نافذالعمل قراردے دیا گیا۔ یہ نہ بڑی دھاندلی تھی نہ بے انصافی نہ لاقانونیت۔ نہ بدترین ڈکٹیٹرشپ نہ فرعونیت اور چنگیزیت۔ اس میں بتایئے کوئی خلاف ورزی ہے؟ یہ ہے وہ مغربی جمہوریت وہ آخری نظام جسے فکرِ انسانی وضع کرسکا ہے۔ جسے جنتِ ارضی کہا جاتا ہے۔آپ کہیں گے اس کا کیا علاج؟ جواب ہے قرآنی سیاسی نظام کا نفاذ۔قائداعظمؒ نے 14 فروری 1948ء کو سبی دربار میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''میرے پیشِ نظر ہمیشہ اسلامی ڈیموکریسی کا اصول رہا ہے۔ہماری نجات کا راز ان سنہرے اصولوں کے اتباع میں ہے جنہیں ہمارے مقنن اعظم' حضور نبی کریمﷺ نے ہمیں دیا۔لہٰذا ہمیں اپنی ڈیموکریسی کی بنیاد حقیقی اسلامی نظریات و اصولوں پر رکھنی چاہئے۔'' (تقریر گورنر جنرل' ص56)۔

انہوں نے مزید کہا:

''ایسے نامساعد حالات میں بھی اگر ہم نے قرآن مجید سے بصیرت حاصل کی تو میں ایک بار پھر یہ کہتا ہوں کہ آخرالامر فتح ہماری ہی ہوگی۔'' (تقاریر گورنر جنرل' ص30)۔

عصرِ حاضر کی جمہوریت کی بنیاد اس نظریہ پر ہے کہ اکثریت کا فیصلہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے' اس کا اتباع کرنا چاہئے۔قرآن کریم اس کے برعکس کہتا ہے کہ اگر تو انسانوں کی اکثریت کا اتباع کرے گا تو وہ تجھے خدا کی طرف لے جانے والے راستہ سے گمراہ کردے گی۔ یہ لوگ ظن وتخمین کا اتباع کرتے ہیں اور قیاسات پر چلتے ہیں (6:117) ان کے برعکس غلط اور صحیح' حق اور باطل کا معیار صرف خدا کی راہنمائی کا اتباع کرے گا تو وہ نہ صحیح راستے سے بھٹکے گا اور نہ ہی جگر پاش مشقتوں میں مبتلا ہو کر سعادتوں سے محروم رہ جائے گا

(20:123)۔

3- مفاہمت ۔ دوقومی نظریہ

روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ یکم مارچ 2004ء میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی۔

''وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے کہا ہے کہ بھارت کے ساتھ مذاکرات میں پاکستان کا رویہ مثبت ہے اور دونوں ممالک کو باہمی تنازعات کے حل اور امن کے قیام کے لئے اپنے اپنے موقف کی قربانی دینا ہوگی۔ ایک بھارتی میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے وزیراعظم جمالی نے کہا کہ دونوں حکومتوں کو اپنے دیرینہ تنازعات کے حل اور امن کے بڑے مقصد کے لئے اپنے اپنے موقف کی قربانی دینا ہوگی تا کہ بہتر تعلقات کا قیام یقینی بنایا جا سکے۔............... ایک سوال پر وزیراعظم نے کہا کہ آج جبکہ پاکستان اور ہندوستان علیحدہ علیحدہ ملک کا قیام عمل میں آ گیا ہے تو ہمارے لئے اپنا ملک اور نظریہ ہے جبکہ تمہارے لئے تمہارا ملک اور نظریہ ہے۔............... ایک اور سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ دوقومی نظریہ اب یک قومی نظریہ بن چکا ہے۔ دوقومی نظریہ پچاس سال پہلے کی بات ہے...............''۔

اسی اخبار مورخہ 2 مارچ 2004ء میں:

''وزیراعظم ہاؤس کے ایک ترجمان نے دوقومی نظریئے کے بارے میں وزیراعظم میر ظفر اللہ کان جمالی سے منسوب بیان کی تصحیح کرتے ہوئے کہا ہے کہ وزیراعظم نے بھارتی ہفت روزہ فرنٹ لائن کو انٹرویو میں ایک قومی نظریہ پاکستان کے بطور ایک قوم کے تناظر میں پیش کیا تھا۔ ترجمان نے کہا کہ وزیراعظم نے تحریک پاکستان کے دوقومی نظریئے کے تناظر میں بات نہیں کی تھی۔ ترجمان نے کہا کہ بعض اخبارات نے وزیراعظم کے انٹرویو کو اس کے حقیقی انداز میں شائع کیا ہے۔''

محترم وزیراعظم صاحب کی خدمت میں ان کے غور کے لئے مندرجہ ذیل گذارشات پیش ہیں۔

(ا) مفاہمت ۔ مخالفین کا ایک ہتھکنڈہ ہوتا ہے کہ وہ جب دیکھتے ہیں کہ انہیں کامیابی کی کوئی امید نہیں تو وہ مفاہمت اور مصالحت (Compromise) کی کوشش کرتے ہیں۔ اور حق کی دعوت دینے والوں سے کہتے ہیں کہ کچھ تم جھکو کچھ ہم جھکتے ہیں اور اس طرح باہمی صلح کر لیتے ہیں۔ UNO کا فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہے اور ہمارا موقف بھی ایک ٹھوس اور ثابت شدہ حقیقت ہے۔ حق پر قائم رہنا اور حق کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے اور فریضۂ خداوندی۔ اس سلسلہ میں حضورؐ سے کہا گیا:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النارہ (11:113)۔

''دیکھنا تم ان کی طرف ذرا نہ جھکنا' اگر تم اپنے مقام سے ذرا بھی ہٹ گئے تو اسی جہنم میں جا گرو گے جس میں یہ جانے والے ہیں۔''

حقیقت یہ ہے کہ حق اور باطل میں مفاہمت نہیں ہوسکتی۔ باطل اگر اپنے مقام سے ہٹ جائے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا لیکن اگر حق اپنے

مقام سے ذرا بھی ادھر ادھر ہو جائے تو وہ حق رہتا ہی نہیں۔ حق کے تو بنیادی معانی ہی یہ ہیں کہ وہ اپنے مقام پر اٹل ہو۔ یہ کوئی ضد کی بات نہیں یہ حق کا فطری تقاضا ہے۔

اس تباہی سے بچانے والا صرف خدا کا قانون ہے۔ اس کے سوا ہمارا حامی و ناصر نہیں۔ اگر اس کا رشتہ ہاتھ سے ٹوٹ گیا تو پھر کہیں پناہ نہیں ملے گی۔

(۲) دو قومی نظریہ۔ یہ نظریہ کوئی سیاسی نظریہ نہیں۔ یہ قرآنی نظریہ ہے۔ قرآنِ کریم کا ایک ایک لفظ مبنی بر حق و صداقت ہے۔ اس کے دیئے ہوئے اصول مستقل، محکم، غیر متبدل ہیں۔ اس میں کسی قسم کا حک و اضافہ اور تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی ہر مسلم کا ایمان ہے۔

قرآن کریم کی رو سے دنیا میں قومیں دو ہی ہیں۔ ایک وہ جو قرآنی ضابطۂ حیات کو صحیح مانتے ہیں اور دوسرے جو اس سے انکار کرتے ہیں اور کسی اور مسلک حیات کے قائل ہیں۔ **"خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن"**۔ اس نے تمہیں انسانی پیکر عطا کیا (جس کی خصوصیت کبریٰ یہ ہے کہ تمہیں اختیار و ارادہ کی استعداد حاصل ہے۔ انساں کی اس استعداد کا نتیجہ یہ ہے کہ تم میں سے بعض کافر (قوانینِ خداوندی کو تسلیم نہ کرنے والے) اور بعض مومن (ان قوانین کو ماننے والے) ہو جاتے ہیں۔ (القرآن، سورہ نمبر 64، تغابن۔ آیت نمبر 2)۔ قرآن کریم مسلمانوں کو امتِ محمدیہ کے افراد قرار دیتا ہے۔ یعنی انہیں غیر مسلموں سے الگ و متمیز قوم تسلیم کرتا ہے۔ اور مسلم اور غیر مسلموں کو دو الگ الگ فریق قرار دیتا ہے، جو ایک دوسرے کے مخالف ہی نہیں معاند ہیں۔ اسی کو دو قومی نظریہ کہا جاتا ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ ......

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا (الحجرات 49:13)

ابنِ مریم

(ابن مریمؑ پرویزؒ اور طاہر سورتیؒ)

از عصمت ابوسلیم

عبدالرحمٰن طاہر سورتی مرحوم کی کتاب

"ابن مریم اور پرویز"

کا قرآن حکیم اور عربی قواعد کی روشنی میں ناقدانہ جائزہ

112 صفحات تعارفی قیمت 20+6 روپے بک پوسٹ ☆ 7 کتابیں بذریعہ بک پوسٹ 150 روپے

سرسیدؒ میموریل لائبریری

کالج سٹاپ، جی ٹی روڈ، باغبانپورہ، لاہور ph:042-6854528

E.Mail:sirsyedmemlib@hotmail.com

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور وفکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکر قرآن علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو ایک عاشق قرآن مجید نے آڈیو ACD اور ویڈیو VCD پر رات دن کی محنتِ شاقہ سے محفوظ کر دیا ہے۔ آڈیو۔ ویڈیو درس قرآن میں جہاں آواز کی کوالٹی کو مزید بہتر بنایا گیا ہے وہاں شور اور ٹریفک وغیرہ کی فالتو آوازیں بھی حتی الامکان نکال دی گئی ہیں۔

یہ CD's کمپیوٹر' DVD اور CD پلیئر پر دیکھی/سنی جا سکتی ھیں۔

قیمت =/20 کراؤن علاوہ ڈاک خرچ میں طلب کیجئے۔

بزم طلوع اسلام ڈنمارک

Phone: (0045) 28425684, Email: thequran@kabelnettet.dk

Or Tolu-e-Islam Trust, Email:trust@toluislam.com

شکریہ بسلسلہ عطیات سکول فنڈ

بزم طلوع اسلام ڈنمارک نے مندرجہ ذیل معطیان کی طرف سے سکول فنڈ کے لئے عطیات ارسال فرمائے ہیں۔

(1)	محترم ضرار احمد	4905.69روپے	(2)	محترمہ عظمیٰ خان	1912.55روپے
(3)	محترم شاہد حسین	4781.93روپے	(4)	محترم عظمت اللہ	5737.75روپے
(5)	محترم ضیاءاللہ وڑائچ	3060.30روپے	(6)	حاجی ایم۔ایس صاحب	1912.55روپے
(7)	محترم افتخار رسول	=/2870روپے			

اس گرانقدر تعاون کے لئے ہمارا دلی شکریہ قبول فرمائیے۔

جنرل سیکرٹری

قرآنک ایجوکیشن سوسائٹی

طلوعِ اسلام کا مقصد

(جسے معلوماتِ عامہ کے لئے وقتاً فوقتاً شائع کیا جاتا ہے۔)

(1) تنہا عقل انسانی زندگی کے مسائل کا حل دریافت نہیں کر سکتی۔ اسے اپنی رہنمائی کے لئے اسی طرح وحی کی ضرورت ہے جس طرح آنکھ کو سورج کی روشنی کی ضرورت۔

(2) خدا کی طرف سے عطا شدہ وحی اپنی آخری اور مکمل شکل میں قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے جو تمام نوع انسانی کے لئے ابد تک ضابطہ ہدایت ہے۔ لہٰذا اب نہ خدا کی طرف سے کسی کو وحی مل سکتی ہے نہ کوئی نبی یا رسول آ سکتا ہے۔ قرآن کریم خدا کی آخری کتاب اور حضور رسالتمآب ﷺ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں۔

(3) قرآن کریم کا ہر دعویٰ علم پر مبنی ہے اور اس کے حقائق زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہیں۔ قرآنی حقائق کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ جس حد تک انسانی علم ترقی کر چکا ہے وہ انسان کے سامنے ہو اور چونکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ خدا نے تمام کائنات انسان کے لئے تابع تسخیر کر رکھی ہے اس لئے خدائی پروگرام کو پورا کرنے کے لئے کائناتی قوتوں کی تسخیر ضروری ہے۔

(4) نبی اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ شرف و عظمت انسانیت کی معراجِ کبریٰ ہے۔ یہی وہ پاکیزہ سیرت ہے جو تمام نوع انسانی کے لئے اسوۂ حسنہ (بہترین نمونہ) ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا جو حصہ قرآن کریم کے اندر محفوظ ہے اس کے قطعی یا یقینی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ باقی رہا وہ حصہ جو قرآن سے باہر ہے سو اس میں اگر کوئی بات ایسی ہے جو قرآن کے خلاف جاتی ہے یا جس سے حضور ﷺ پر (معاذ اللہ) کسی قسم کا طعن پایا جاتا ہے تو ہمارے نزدیک وہ بات غلط ہے۔ اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ یہی اصول صحابہ کبارؓ کی سیرت مقدسہ کے سلسلہ میں بھی سامنے رکھا جانا چاہئے۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے ہم ہر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں جو قرآن کریم کے مطابق ہو یا جس سے حضور نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کبارؓ کی سیرت داغدار نہ ہوتی ہو۔

(5) دین کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسانوں کو دوسرے انسانوں کی محکومی سے چھڑا کر ان سے خالص قوانین خداوندی کی اطاعت کرائے۔ قوانین کی یہ اطاعت ایک نظام مملکت کی رو سے ہو سکتی ہے اس کے بغیر دین (جو نظام زندگی کا نام ہے) متمکن نہیں ہو سکتا۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے دین کا نظام قائم فرمایا۔ اس نظام میں قرآن کریم کے احکام و قوانین کی اطاعت کرائی جاتی تھی اور جن امور میں قرآن کریم نے صرف اصول دیئے ہیں ان کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے امور مملکت امت کے مشورہ سے سرانجام پاتے تھے۔

(7) رسول اللہ ﷺ کے بعد دین کا وہی نظام حضور ﷺ کے خلفائے راشدینؓ نے جاری رکھا۔ اس میں امور مملکت سرانجام پانے کا وہی طریقہ تھا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رائج تھا۔ یعنی قرآن کریم کے احکام و قوانین کی اطاعت اور جن امور میں قرآن کریم نے صرف اصول دیئے ہیں ان کی چار دیواری کے اندر امت کے مشورہ سے متعلقہ امور کے فیصلے۔ اس طریق کو خلافت علیٰ منہاج رسالت کہا جاتا ہے۔

(8) بدقسمتی سے خلافت علیٰ منہاج رسالت کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے بعد منقطع ہو گیا اور دین کا نظام باقی نہ رہا۔ اس سے امت میں انتشار پیدا ہو گیا۔ خلافت کے زمانے میں تمام امورِ دین کے نظام کے تابع رہتے تھے۔ لیکن بعد میں مذہب اور سیاست میں ثنویت پیدا ہو گئی۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری ہے۔

(9) ہمارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج رسالت کا سلسلہ قائم کیا جائے جو امت کو احکام و قوانین خداوندی کے مطابق

چلائے۔اس نظام کی بلند ترین اتھارٹی کو مرکز ملت کہا جائے گا اور اس کی طرف سے جاری شدہ احکام کی اطاعت خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کے قائم مقام قرار پائے گی۔ظاہر ہے کہ اس نظام کو چلانے والوں کی اپنی زندگی سب سے پہلے قوانین خداوندی کے تابع ہوگی۔

(10) چونکہ دین کا نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا' اس لئے اس میں موجود ثنویت ختم ہو جائے گی۔یعنی اس میں یہ نہیں ہوگا کہ سیاسی معاملات کے لئے حکومت کی طرف رجوع کیا جائے اور مذہبی یا شخصی امور کے لئے مذہبی پیشوائیت کی طرف۔اس میں یہ دونوں شعبے باہم گر مدغم ہو جائیں گے۔

(11) جب تک اس قسم کا نظام قائم نہیں ہو جاتا' امت کے مختلف فرقے جس جس طریق پر نماز' روزہ وغیرہ اسلامی احکام پر عمل کر رہے ہیں' کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ ان میں کوئی ردوبدل کرے یا کوئی نیا طریقہ وضع کر کے اسے ''خدا اور رسول ﷺ'' کا طریقہ قرار دے۔یہ حق قرآنی نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) کو پہنچتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ امت کے اختلافات کو مٹا کر اس میں وحدت پیدا کرے۔

(12) قرآنی نظام کا مقصود یہ ہے کہ خدا کی متعین کردہ مستقل اقدار کے مطابق انسان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی جائے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ نظام تمام افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریات زندگی' روٹی' کپڑا' مکان' علاج تعلیم وغیرہ بہم پہنچانے کا ذمہ دار ہو۔

(13) قرآن کا نظام اپنی نوعیت کا واحد اور منفرد نظام ہے اس لئے نہ وہ دنیا کے کسی اور نظام میں جذب ہو سکتا ہے نہ ان سے مفاہمت کر سکتا ہے۔خواہ وہ مغرب کا جمہوری سرمایہ دارانہ نظام ہو' یا سوشلزم کا آمرانہ اشتراکی نظام۔اس کے نزدیک یہ سب نظام ہائے زندگی غیر خداوندی ہیں لہٰذا باطل۔

(14) جہاں تک احادیث کا تعلق ہے ہم ہر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں جو قرآن کریم کے مطابق ہو' یا جس سے حضور نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کبارؓ کی سیرت داغدار نہ ہوتی ہو۔

(15) ہم' رسول اللہ ﷺ کے بعد' ہر قسم کے مدعی وحی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

(16) طلوع اسلام کا تعلق نہ کسی سیاسی پارٹی سے ہے نہ مذہبی فرقہ سے (اسے فرقہ اہل قرآن سے بھی کوئی تعلق نہیں) نہ ہی یہ کوئی نیا فرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک دین میں فرقہ سازی شرک ہے۔امت کے مختلف فرقے جس طریق سے نماز' روزہ وغیرہ کی ادائیگی کرتے ہیں' ہم ان میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کرتے۔ہم صرف قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرتے ہیں تاکہ کسی طرح پھر سے قرآنی نظام (خلافت علیٰ منہاج رسالت) کا قیام عمل میں آسکے۔یہ ہے ہمارا مقصد' جسے ہم برسوں سے دہراتے چلے آرہے ہیں۔اس کے خلاف جو کچھ ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے' وہ مخالفین کا گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

جو حضرات طلوع اسلام کے اس مقصد سے متفق ہیں وہ مقامی طور پر اس فکر کے عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں' ان کی اس تنظیمی کوشش کا نام ہے **''بزم طلوع اسلام''**۔ جو لوگ اس بزم کے ممبر بنتے ہیں ان سے نہ کوئی نیا عقیدہ منوایا جاتا ہے' نہ احکام خداوندی کے علاوہ کسی اور کی اطاعت طلب کی جاتی ہے' نہ وہ کوئی الگ پارٹی بناتے ہیں' نہ عملی سیاست میں حصہ لے سکتے ہیں' نہ وہ کسی کو اپنا پیر و مرشد سمجھتے ہیں نہ امیر و مطاع۔یہ ان **متفق الخیال** احباب کی تنظیم ہوتی ہے جو یک نگہی و یک جہتی سے قرآنی فکر کی نشر و اشاعت کی کوشش کرتے ہیں' اس کے سوا ان کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا اور یہ جو کچھ کرتے ہیں اس میں نہ کوئی راز ہوتا ہے نہ پردہ' نہ ہی کسی قسم کی جلب منفعت۔

المختصر :- مسلمانوں کے قلب و دماغ سے ہر قسم کے غیر قرآنی تصورات و نظریات اور معتقدات نکال کر ان کی جگہ خالص قرآنی تصورات پیش کرنا اور دلائل و براہین کی رو سے پیش کرنا طلوع اسلام کا مقصود و مطلوب ہے۔اس میں وہ' قوم کے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو سب سے پہلے اپنے سامنے رکھتا ہے تاکہ وہ مغربی سیکولرازم کے سیلاب سے بچ کر پاکستان میں صحیح قرآنی معاشرہ قائم کرنے کے قابل ہوسکیں۔

What is Islam?

By
G.A. Parwez
Translated and Edited by:
Dr. Manzoor-ul-Haque
======================

Islam is an Arabic word. Its root is ***Seen Laam Meem***. Its basic word is ***Salmun.*** The lexicologists -Taj, Muheet and Lane -draw all the meanings from this word.

Islam is the name of accepting and obeying the Laws of Allah. In this way it is leading life according to these Laws. On the other hand, refusing to act upon these Laws, deviating from them in practical life, and rebelling against them is kuf'r.

Look at the grand and wonderful system of this universe. Every thing is busy in obeying the laws prescribed for it. None is capable of deviating from them. Even a slight difference in their prescribed course is not possible. The Quran makes this fact very clear when, in Surah Al-Hajj, Verse 18, it says:

> **Have you not seen that unto the Laws of Allah obeys whatsoever is in the heavens and whatsoever is in the earth, and the sun, and the moon, and the stars, and the hills, and the trees, and the beasts . . . all are obeying the Laws of Allah.**

At another place, (Surah Al-Nahl, Verse 49) the Quran makes this reality clear in these meanings:

> **And unto the Laws of Allah follows whatsoever is in the heavens and whatsoever is in the earth of living creatures and the forces of nature as well. And never disobey the Laws of Allah.**

In the Quranic words, in Surah Al-Nahl, Verse 50, their duty and style of life is:

> **Whatsoever they are ordered, they continuously keep on working strictly in accordance with it.**

Wonders of the Heavenly Bodies

How do the bodies in the universe function in accordance with the Laws of Allah? Leave this question aside. There are other questions too that demand our attention. Have we ever thought of the magnitude of the heavenly bodies, which the Quran calls ***"Samawaat"***? What a wonderful natural phenomenon do these bodies bring forth? Think over these two questions.

The communication means of the day have made it clear that our earth is a huge planet. It is always in motion around its axis as well as its orbit. But a few of us will

be knowing that out of the so many planets moving in the unbounded heights of the universe, our earth is no bigger than the size of a grain of sand in the desert. This is no poetry. It is a reality. Our sun, which looks no bigger than the size of a plate, is at a distance of 9,29,00,000 miles from us. Its diameter is 109 times of our earth. In other words we can say that it can accommodate thirteen hundred thousand lands like the size of our earth. But, compared to the other heavenly bodies, this huge planet, our sun, is no more than a drop of water in the sea.

Now look at the twinkling stars in the sky. The nearest star to our earth is as far away as is the product of the distance of the sun from the earth multiplied by two lakh and seventy thousand. This is the distance of the nearest star of our earth in miles.

The distances of the heavenly bodies are measured in "light years", not in miles as we measure our roads. Now think over the "light years". Light covers the distance of 1,86,000 miles in a second. With this speed of light in mind, just imagine how much distance it would cover in one year. There are stars the light of which reaches us in 1,85,000 years. Imagine once again that the light from these stars, traveling with the speed of 1,86,000 miles in one second, will reach us in 1,85,000 years. Anyhow, this is the example of the distance of the stars that are far away.

The galaxy of our earth is a constellation of stars. The light of its nearest star takes 18,400 "light years" to reach us. Now the other question is: 'How many stars are there in the sky?' If we start counting one thousand and five hundred stars in one second, it will take us seven hundred years to count these stars.

And ours is not the only world. There are numerous worlds ahead of the stars. The "world" is known as "Nebula". The farthest "Nebula" that our telescope could find so far is at a distance of two fifty million "light years" from us. In other words we can say that the light travelling with the speed of 1,86,000 mile per second can reach us in two fifty million years. Just imagine the magnitude of the distance.

Have you imagined the magnitude of the ***"Samawaat"***, the heavenly bodies? These ***"Samawaat"***, are the heavenly bodies, where everything is functioning strictly in accordance with the Laws of Allah. And no one is empowered to cross the boundary walls prescribed for them -not even of the difference of one thousandth of an inch. There is also no room for making a difference of ten millionth of a second in their speed.

Gravitational Pull

All these planets, the heavenly spheres, are hanging in the space of the universe. In other words, these are tied with such pillars, which the Quran calls "invisible". In this regard, in Surah Al-Ra'ad, Verse 2, the Quran says:

> **Allah is He who has raised the heavenly spheres aloft without any visible pillars**.

These “invisible pillars” are the Gravitational Pull, which is supporting each one of these planets.

You have just imagined the depth of the space and the number of the planets in the sky. You have also seen how much the distance is among these planets. And you have also found that Gravitational Force of these planets is supporting one another. Now estimate the all-embracing nature of this Gravitational Pull from what Sir James Genes says. He says if we move even one of our fingers, it effects each one of the planets. The scientists say that the base of all the data about weight, volume, distance etc. of the planets is this amazing law of Gravitational Force. This law is so firm that had there been an unobservable difference in the ratio of Gravitational Pull of any star or planet, the entire system of the universe would have been lain in a state of a mess.

This is but a light glimpse of the wonderful greatness and the amazing broadness of the huge planets moving in the universe. Now have a look at the atoms. Take the example of one drop of water. There are tens of thousands of molecules in a single drop of water. Every molecule contains one atom of Oxygen and two atoms of Hydrogen. The diameter of one atom of Hydrogen is one hundred millionth of a centimeter. Now look at the smallness of this atom and then gloss over its greatness.

Like the solar system, the atom of water has its own system. There is one nucleus with one electron that revolves around it. This electron equals one hundred thousandth of a molecule. Revolving round its orbit, it completes seven billion revolutions within ten hundred thousandth of a second. And this revolution takes place according to an unalterable law.

This is but the slightest glimpse of the depths and the heights of the universe.

This is Cosmic Islam

The Quran has described this wonderful system of the universe in **ONE** word**: ISLAM**. It has called it **DEEN ALLAH**. In Sura Aal-e-Imran, verse 82, the Quran holds:

> **Do these people desire to follow a system of life other than Deen Allah, the System of Allah? The state of the fact is that they can see that everything in the universe submits to Allah’s Laws by choice or by compulsion and follows the way, which leads to the goal set for each one by Allah!**

In other words it means the system of life Allah has prescribed. It is called **DEEN ALLAH**. Every body in the universe submits to this DEEN alone. Submitting to this system of life is the name of **Islam**. This is the only style of life that can lead to the true and genuine goal of life. That is why, the Quran, in the same Sura, in its verse 84, says:

Whosoever adopts a system of life other than this -AL-Islam -that system can never be acceptable and at the end he would be the loser.

Conquering the Universe

It is evident that the **DEEN** (System of life) of everything in the universe is **Islam**. Everything is following the Laws of Allah. This following is a mean to an end, which Allah has prescribed for it. The trial and endeavour of each and everything is for the accomplishment of Allah's prescribed program. In this regard, the Quran, in Sura Al-Baqara, in verse 116, says:

All that is there in the heavens and the earth is busy for the accomplishment of Allah's prescribed program. And each one therein has preserved and dedicated their potentialities for this purpose.

The Quran's word **"Qaanetoon"** in this verse is the most meaningful word. In Arabic Language **"Saqaa'a Taneetun"** is **the small water-skin, which does not even let a drop of water go waste and keeps it preserved and safe for its adequate and proper use**. Now apply this concept. Everything in the universe enjoys unbounded energy by instinct. Take the example of solar energy. It is a reservoir of heat and energy both. It does never let its energy go waste for any purpose other than what has been prescribed for it. This is **"Qaanetoon".** A duty has been assigned to it. And it is busy in carrying out its duty all the daylong. This process in Arabic Language is called **"Tasbeeh"**. In this regard, the Quran, in Surah Al-Hadeed, Verse 1, says:

Whatsoever is there in the depths and the heights of the universe is intensely and speedily busy for the accomplishment of the System of Allah who is all-powerful and the proprietor of the best designs.

It is this thread of the Divine System with which He has embedded everything of the universe. No one deviates even a little bit from the style He has prescribed for it. The sole purpose of this thread is that the man may take work from them. In this regard the Quran, in Surah Al-Jaasia, Verse 13 says:

And He has of service to you whatsoever is there in the heavens and whatsoever is there in the earth; it is all from Him. Lo! Herein verily are portents for people who reflect.

This view -that the man may take work from everything of the universe -is expressed simply and tersely in Surah Ibrahim, Verse 32-33 of the Quran:

Allah is He Who created the heavens and the earth; He causes the clouds to rain, thereby produces fruits as food for you, and makes the ships -within the bounds of the Law -to be of service to you, -the ships that run upon the sea according to His Law. And He has made of service to you the rivers within the boundary walls of Law. Not only ships and the

rivers but also He has made the sun and the moon -within the bounds of Law -constant in their courses, to be of service to you according to His Law. And likewise He has made the night and the day for service to you under the boundary walls of a System.

This makes it clear that the man has to discover these bounds of Allah's Laws. This will be the conquering of the forces of nature.

Revelation in the Universe

The laws under which the physical objects of the universe have to operate have instinctively been given to them. These are called Laws of Nature. It is the Divine Revelation that has been given to each one directly. In this regard the Quran, in Surah Haameem Al-Sajda, Verse 12, says:

He inspired in each heaven its mandate.

And the likewise is in the earth. In this connection, the Quran in Surah Azz-Zalzaal, Verse 5), says:

Your Nourisher inspired in her i.e., the earth.

This is the very revelation with which everything of the universe is familiar of its own system and the operational mode. In other words everything, in fact, receives from Allah all the guidance, which it needs. The Allah's directive force is operative in the universe. The regularity with which physical objects move reveals the guiding hand of Allah. This directive force is at work in everything. In this regard, the Quran, in Surah Al-Noor, Verse 41, says:

Everything knows it too that 'what its duties are', and also that 'for performing these duties what its spheres of actions are'.

Allah has termed it as His Directive Force or Guidance. It is operative in the universe. This concept becomes clear when we study the Quran in Surah Taahaa, Verse 50, where Pharaoh asked Moses (AS): "Who is your Rabb?" He said:

Our Nourisher is He who has created all the objects in the universe. He then has also undertaken to make them aware of their goal and guides them towards it.

How does this guiding and directing force of Allah operate wonderfully in the physical objects of the universe? Only the people, who have spent their life in studying and observing the life of these things, can know it. The result of their observations make one wonder struck. The following examples will make it clear:

A kind of fish is found in the lakes of Europe and North America. It is called Eel. At a certain period of their age, the eels start coming out of the places of their birth. In the darkness of the night, passing through mud and grass, these

eels reach from one lake to the other. Covering thousands of miles, slowly and gradually, they reach near the Island of Moda in the Atlantic Ocean, which is very deep.

Now look to the other side:

> The eels of America reach there likewise. After laying eggs in the deep ocean, they die. Their kiddies, after brooding, start their journey to their native country. Passing through the paths their forefathers have passed, they reach their own lakes and rivulets. Neither of them forgets their path, nor reaches any wrong place. This journey takes them three years to reach their destination. This series of sequence continues. The observers observe their particulars very carefully. But no one is able to discover the mystery as to, which is the force that guides the kiddies, whose parents died before their birth, and also the mystery as to how they reach their native country. These kiddies do never lose their way in this journey of thousands of miles.

The same is the case of Salmon:

> Every neonate Salmon lives in the sea for some time. On its return from the sea, it reaches the river from where it had entered the sea. From this river it goes to the tributary, which had led it to the river. And then from this rivulet, it reaches its place where it was born. If you catch it some where in the way and leave it in some other lake, it immediately goes back to the big river and therefrom reaches the right stream. It does never commit any mistake in reaching its right place.

The same is with the migratory birds.

> There are many islands in the Mediterranean Sea, where no bird except a particular type of bird species is found. In winter, these birds go to Hawaii Islands. In one flight they have to fly two thousand and three hundred miles over the sea. They lay their eggs there and then come back. When their children are able to fly, they reach directly to their own havens on their parents' "foot prints" -with no signs and to whom they have never seen. In the abysmal depths of the space, and over the sea, which are the signposts that guide them to their destination? This is the Divine guidance that comes to play in the form of their instinct. Instinct enables them to make a satisfactory adjustment to their environment. It enables them to satisfy their basic needs and so preserve both themselves and their young. Instinct guides them unerringly to the clime they are seeking. The directive factor operative in the nature of each of them incites them to engage in activities, which lead to the satisfaction of their basic needs. The same factor is responsible for the harmony and order which nature exhibits. ***Wahi*** is really this factor in

operation. Galloway's comment in his book, ***The Philosophy of Religion, p. 582***, on this point should be noted:

> ***In the widest sense of the word (Wahi), the order of nature is a revelation, for it unfolds a meaning, which has its ultimate source in God.***

We are led to draw two conclusions from these examples. Firstly, it is Divine Guidance or *Wahi*, which carries each and every thing from stage to stage until it reaches its full development. Secondly, everything follows the course, which has been prescribed for it. This may be said to be its nature. It is the same Guidance, which Allah's **"Wahi"** has instinctively given them. That is why the Quran, in Surah Taahaa, Verse 50, says:

> **Our Nourisher is He Who gave to everything its nature, then guided it aright.**

In the example of the migratory birds mentioned above, C. T. Hudson in his book ***Birds and Man*** writes an interesting event. He says:

> The caravan of these migratory birds flew away. Two birds left behind, one running on the ground and the second flying in the air just a little bit ahead. The flying bird looked back after some time, called for the walking bird and finding that the bird had not increased its speed, it flew down till the bird came near. And then flew up. … Both these birds continued going on with great difficulty to the direction of their caravan. He went close to these two birds and found that one of the two birds was a male and the other was a female. One wing of the female is broken.

He then says:

> Had it been the human child, he would have spared his leg broken wife with one stroke of his leg and would have himself had a new wife.

Absolutely no Rumple or Crisis Cross in the Universe

Anyhow, we were saying everything in the universe gets guidance from Allah and without grumbling follows it. None of it enjoys power either to refute or to rebel against this guidance. That is why this huge system of the universe is running smoothly and beautifully. There is no rumble in it. Nor is there any crease or fault. In this regard, the Quran in Surah Al-Mulk, Verse 4-5 says:

> **You won't see any kind of non-proportion in the creation of Allah, the Sustainer. Just look again. Do you see any defect, any split, any fault, or any imperfection anywhere in it? Then look again and yet again in the depths of the universe. Your sight will absolutely see no imperfection anywhere. It will return weakened and made dim again and again.**

It is all due to the fact that the entire universe is functioning according to Deen of Allah -**Al-Islam**. Therefore, it is not possible that there be any interruption, any disorder, any riot, any row, or any derangement. Row and riot is always Un-Islamic. Interruption, disorder, and derangement have nothing to do with the Islamic way of life.

Human World

In the Physical world, everything goes by the law of life and the code of conduct. Will the man, the final product of the evolution of life on this planet, and the last beautiful end of this disciplined universe, be an exception to this code of conduct and law of life? No, it can't be. It is diametrically opposite to the system of the universe where everything is following a prescribed way of life. It will be necessary for the man to live according to a particular code of life. It is exactly the same code of conduct and style of life we have named **AL-Islam**. For the physical things of the universe, the Quran in Surah Aal-e-Imran, Verse 82 says:

> **Whatsoever is there in the heavens and the earth submits to Allah' Laws.**

Also for the man, the Quran in Surah Al-Baqara, Verse 112 says:

> **Nay, but whosoever surrenders his purpose to Allah and he is of balanced personality . . .**

For the physical things, it was said in the Quran in Surah Al-Baqara, Verse 116:

> **Every thing in the universe devoutly follows His Laws.**

And again for the man, it was ordered in the Quran in the same Surah Al-Baqara, Verse 238:

> **Follow Allah's Laws with devotion.**

Physical Life

The Quran holds that the man is not merely a physical being but is composed of something else besides his body. This something is called human personality. In this way the human life has two parts: one of physical life and the second of human personality. Physical life is the life of his body obeying the same laws that apply to the animals: eating, drinking, sleeping, procreating etc. Water quenches the thirst of an animal, the same water is the cause of satisfaction to the man for quenching his thirst. Good food making the horse grow also nourishes the man. Arsenic kills the dog; it kills the man too in the same way. These are also the Laws of Allah and leading his life according to these laws the man gets physical comforts. And living discordant to these laws, he suffers harmful effects of his living. The second part of human life makes him distinctly a separate entity from the animals. If the first part of his life is called animal life, the second part would be better called as Human Life.

His animal life depends upon his physical body but his human life is tied to his self, called human personality. As are the laws for the body, so are for the self.

Man in a fully developed state does not inherit this personality; it exists in a latent form and its development is the ultimate object of human life. When properly developed, the life of the individual becomes capable of evolving into higher forms after its end in this mortal world. The growth of an individual's physical existence (as described above) is governed by certain natural laws; but the development of his personality is subject to a different set of laws. This set of laws has been given to mankind from time to time through Divine Revelation, and is now fully embodied in the Quran. This set of laws is called the permanent values. But there is difference between this Divine Revelation and the one given to the things in the universe (as has been mentioned above).

The basic characteristic of the human personality is his choice and will. These are the very attributes, which distinguish him from the animals and are the real source of his prestige and honour. It is this choice and will for which a separate method of sending Revelation was adopted for the man. As we have seen earlier, everything in the universe, living and nonliving both, has instinctively been given the guidance under which these things have to function. In other words it is their instinctive behaviour. The meanings of **'instinct'** are "The aspect of behaviour that is innate; and must be followed by compulsion." The question of moving away from it does never arise. That is why everything in the universe (except man) is automatically following these laws Allah has prescribed for them. Had the principles and laws for the human self been instinctively given to every human child, the man would have been under compulsion to follow these laws. And this would have been absolutely against the option of his choice and will. Allah used a separate procedure for this purpose. These Laws were revealed to a selected few (called ***Anbia***) amongst the humans and they were told to present these laws to the other men to either follow or otherwise. But this must be understood "Following these Laws would provide them comforts of life and not-following would make their life miserable, devastated, and wretched." The result of this Divine Scheme is that everything of the universe is willingly following these Divine Laws, on the contrary, some amongst the men follow these laws, and the others refuse to follow. The Quran in Surah Al-Hajj, Verse 18 says:

> **Have you not thought of it that whatsoever is there in the heavens and the earth are following the Laws of Allah: the sun, the moon, the stars, the hills, the trees, and the living creatures. While amongst the men, there are some that follow these Laws, and some that refuse to follow for which destruction sets over them.**

Choice and Will

About the things of the universe, the Quran in Surah Aal-e-Imran, Verse 82 asserts:

Whatsoever is there in the heavens and the earth submits willingly or unwillingly to Allah' Laws.

For the man, it was said in the Quran in Surah Al-Baqara, Verse 112:

But Oh! Whosoever amongst them surrenders to the Laws of Allah and leads his life walking in the ways of Allah, his Nourisher will reward him according to His Law of Requital. These are the people who will be free from fear and anxiety.

Still at another place in the same Surah, for the things of the universe it was said in the Quran (Surah Al-Baqara, Verse 116):

All devoutly follow His Laws.

But for the man, the Quran commanded in Surah Al-Baqara, Verse 238:

Follow the Laws of Allah.

This -following the Laws of Allah -has been called the most beautiful system of life. In other words, it means 'it is the humans' following of the Laws of Allah volitionally, from within, from the tone and tenor of their heart and head, by their own choice and will, and on the cogent reason (The Quran in Surah An-Nisa, Verse 126).

The humans enjoy this choice and will in the physical as well as the human world. For example, the law for the flow of water is that it keeps its level provided no external force acts upon it. The land lies on the low as well as the high level by the stream. The farmer, who cultivates his land on the lower level by the stream, follows the law of Allah. In other words 'he makes his efforts conform to the Law of Allah . . . and so gets the reward.'

Gains of the Physical Life

Since these laws pertain to the animal level of the human life, they do not make any difference between man and man. There are different types of people. There are people who do not accept the human self, or the life Hereafter. They also do not acknowledge the permanent values. They simply believe in the life of this physical world. If they follow these laws, they will get the rewards of their efforts in the same manner as do the people who accept all the above mentioned matters. The Quran calls the former group of people as the believers of "the life of this world" and the latter as the believers of "this world and the Hereafter". The efforts of the first group of people go for getting the worldly gains and have nothing to do with the human values. These are the people for whom the Quran, in Surah Al-Baqara, Verse 200, holds:

There are among the people who consider the worldly gains an end in itself, they do get such benefits, but have no share in the Hereafter.

Contrary to this class of people, there are the people for whom the Quran in Surah Al-Baqara, Verse 201 says:

> **And there are people who say: Our *Rabb* ! Give us good in this world and the good in the Hereafter.**

The Quran calls them ***Momin.*** In other words, these are the people who obey the Laws of Allah: the physical laws and the permanent values both. On the other hand, there are people who obey His physical laws only, and do not follow His revealed permanent values. The Quran calls them ***Kafir*** i.e., the non-acceptor class of people**.** It makes it clear that accepting the physical laws, and acting according to them will bring their results. Whosoever will accept and act according to the physical laws will get the results of his efforts. The Quran has described this stark fact comprehensively, when it, in Surah Bani Israeel, Verse 18, said of the first group of people:

> **Whosoever intends to derive the immediate gains of this physical life, We, according to Our Divine Laws, provide him these gains. But his future is doomed to *jahannam,* where he will be condemned and forsaken.**

For the second group of people, the **Momin**, the Quran in Surah Bani Israeel, Verse 19 makes it clear, when it says:

> **And whosoever (along with the worldly gains) intends to derive gains of the future, works to the optimum for these gains, and is committed to Allah's revealed permanent values, his efforts bring fruitful results.**

The Quran concludes the efforts of both these groups of the people, when it in Surah Bani Israeel, Verse 20 says:

> **We let both of these groups go marching onward in accordance with the efforts they put forth. And the door leading to Our bestowed bounties is equally wide open for each and every one; We never wall up Our bounties to confine them to a selected few.**

Difference Between Momin and Kafir

In Surah Al-Jaasia, Verse 13, the Quran said:

> **And He has made subservient to you whatsoever is in the heavens and whatsoever is in the earth, all from Himself. Lo! Herein verily are portents for people who reflect.**

In this verse the Quran has not addressed any particular group of people. It is a general address to all the humans. The nation that reflects and conquers the forces of nature will get the benefits from these forces. In this respect there will be no difference in the results of the efforts of the **Momin** and the **Kafir**. This difference will come into play at a later stage. Whosoever reflects and conquers the

forces of nature will get benefit. The difference is that the **Kafir** conquers the forces of nature and uses this conquering according to his own decisions. This results in the form of hell of destruction. This is the trap the world is entangled today. The greater is the conquering of the forces of nature, the greater is the intensity of this destruction. On the other hand, the **Momin** conquers the forces of nature, and uses this harnessing in accordance with Allah's revealed permanent values. This makes the world a heavenly place to live. This is called 'living within the bonds of Allah'. In other words, it is the using of ones potentialities and the forces of nature within the limitations Allah has prescribed for the universal total gain of the humanity. The following example will make it clear. When "**Nation of the Kafir**" conquers the forces of nature, it uses this conquering for the benefits of its own nation on one hand, and for the destruction of other nations on the other hand. It is evident when different nations of the world use these forces for their benefits but for the destruction of other nations, it will wring universal chaos in the humanity. Contrary to it, when "**nation of Momin**" conquers the forces of nature, it will use the forces for the nourishment and growth of the entire humanity because 'nourishment of the entire humanity' is a permanent value. This nation can not ignore this value.

Take another example. When "**nation of Kafir**" governs the people, it will create unevenness, chaos, and social disparity. Consequently it will give rise to different strata of haves and have-nots. It will blur justice, and mar economic equality. All the decisions will be made in favour of the ruling class. But when this same governance comes in the hands of "**nation of Momin**", it will create evenness in the society. Every one will be provided means of nourishment and growth according to the individual needs in the society. Every one will be respected as man. Irrespective of the position of the humans, every matter will be decided according to the Laws of Allah. It is because, those at the helm of affairs, will have conviction in the principles and laws of Allah. And living according to these principles will be the ultimate aim of their life. It will create Heaven in this world. It will help them develop their own personality to be capable of evolving to the higher evolutionary stages in the life Hereafter. In other words, it will be Heaven here on this globe and the Heaven there in the Hereafter. It is because the secret of development of the human personality lies in the nourishment of the entire humanity. It also lies in establishing the system of justice and the system of making up the deficiency in the humans.

What is Islam?

The above description has made it clear that **ISLAM** is the name of leading life in harmony with Allah's Laws pertaining to the physical world and the revealed permanent values and principles of life. In other words it can be said that conquering the forces of nature and then utilizing them for the benefit of mankind in accordance

with Laws of Allah as revealed by Him, and thereby developing one's own self is **ISLAM.** This and this alone, can ensure a beautiful heavenly life in this as well as in the Hereafter. This way of life is called system of **Islam**.

Now in the light of the above mentioned descriptions, we have three groups of the people:

1. The group of the people who achieve the conquest of the nature, (which are called the physical sciences) but use their power for purposes opposed to the revealed permanent values is rewarded with success in this world for the time being, but have nothing to hope for in the future. They get material gains but their society is hellish. Those who live hellish life in this world will have hell in their future.
2. People engaged in understanding and controlling the forces of nature, (which are called the physical sciences) and shaping their lives according to permanent values enjoy happiness in this world and will enjoy it in the next stage of life.
3. Those who turn away from nature and make no attempt to understand and conquer it, cannot attain human stature. They live a life of hardship and misery in this world and will find the way to progress blocked in the next world. For the means of nourishment, they will depend upon the other nations.

The World and the Hereafter

All this gives rise to one important question: "If the people of the above mentioned group 3 claim that they believe in God, Revelation, and the Hereafter, will their future life be a success?" Its answer is evident. The meanings of belief in God, Revelation, Hereafter, or Permanent Values etc. are **'conquering the forces of nature and then utilizing them for the benefit of mankind in accordance with Permanent Values as revealed by Allah, and thereby developing one's own self.'** If any nation remains deprived of the forces of nature, how can it utilize these forces? The question of making use of these forces does not arise. Therefore its belief in God, Revelation, Hereafter, or Permanent Values etc. is just verbal, which does never translate into actions. How will this belief bring its results?

The notion of **'simply believing verbally and doing nothing accordingly'** is the idea of mysticism, -that mysticism, which is merely the creation of the human mind. This idea keeps the man in deception. And the deception is that 'the destruction and misery of this world has nothing to do with the life hereafter. On the contrary, the more a person lives a miserable life in this world, the more prosperous and lucky he will be in the Hereafter'. The teachings of the Quran oppose it openly. The Quran

says the nation not well off in getting the means of nourishment of life in this world, will never find its future prosperous. It, in Surah Taahaa, Verse 124, openly says:

> **Whosoever does not follow Our Laws, his economic condition becomes miserable.**

This is the miserable condition in this world. And for the life hereafter, the Quran in Surah Taahaa, Verse 124 holds:

> **And We shall bring him blind on the Day of judgement.**

Its cause is self-explanatory: The Laws of Nature are Allah's prescribed Laws. The result of either moving against these laws or moving away from these laws is destruction and misery. A major portion of the Quran emphasizes the importance of these laws. If we refuse this portion of the Quran, the verbal belief on the second portion can be of no use for us. In the words of the Quran in Surah Al-Baqara, Verse 85, it is like this:

> **Do you want to accept one part of Allah's code of laws and deny another?**

If you intend to act like this, then remember (The Quran, Surah Al-Baqara, Verse 85):

> **Whosoever does it, its result would be nothing but suffering of failure and disgrace in this world and commitment to the most grievous suffering in the Hereafter.**

You have seen that the result of **'denying one part of the Divine Laws and believing in the second'** is not only the ignominy and disgrace in this world, but also destruction and misery of the Hereafter. It is because (as has been described above) the belief in the second part (Permanent Values) means that these Values are enforced, acted upon practically in the society of the human world. The laws and the principles of the Quran are for transforming the life of this world in tone and tenor of Divine Revelation, which is in the Quran only. It also includes "Salat", which is for making this reality afresh in the heart that 'we will obey the Divine Laws in every walk of our life; we'll follow His Laws'. Therefore 'thinking that this life is worthless and we are obeying the Divine Laws' is a self-deception. It may always be remembered that whosoever does not enjoy the pleasant things of this world, or he does not try to achieve them, he does not follow the Laws of Allah. That is why he cannot get the pleasant things of this world. It is for this purpose that we have a beautiful proportional thinking in the Quran. It is in the form of supplication. The Quran in Surah Al-Baqara, Verse 201 mentions it for the right way of life of the **Momin**.

> **Our Nourisher! Give us in the world that which is good and in the Hereafter that which is good.**

This supplication of the **Momin** makes it clear that these people yearn not only for the bliss in this world but also to be protected from disaster in the Hereafter. This is the right way of living of the **Momin**. If the way of living does not conform to it, it is not **Islam**; it is something else. It is because the result of conviction translated into action is prestige and honour. It is governance and dignity in this world. That is why the Quran in Surah Al-Noor, Verse 55 says:

> **Allah has promised such of you as believe and do good that He will surely make them to succeed in the earth even as He caused those, who were before them to succeed.**

This verse of the Quran makes it very clear that Allah's firm promise is that 'the one whose world is bad, and does not try to remove this badness, has the Hereafter also wrecked and miserable.'

Purpose of *Deen*

Deen came to streamline the worldly matters. Streamlining of these matters makes one's Hereafter streamlined. If the worldly matters of any nation are not set right, and it does not try to set the chaotic matters of the humanity right, then understand it well that the Hereafter of this nation is not streamlined. ***Deen*** establishes a society, which creates beauty in human life.

The history of mankind makes tragic reading. Down through the ages, a series of sequences of the rise, growth, decline, and hunter and the hunted will be visible. You will see every individual and every nation trying to disgrace every other individual and nation. You will find numerous mechanisms used for this purpose: traps of many kinds -some projecting the same illusions, some in the garb of sacredness. You will see the mighty sucking the lifeblood of the weak. You'll also see that every shrewd is befooling others to live in luxury on their hard earned livings. There are many types of these 'hunters'. You know it well. But principally there are three main categories: autocratic governance, false religious priesthood, and blood sucking system of capitalism. ***Deen*** uproots these three curses, and establishes a system, where no one is subordinate to any one else, where no one stands in need of any one else. It establishes a society where every one grows to be what he has the possibility to be. Wrong society ruins tens of thousands of the 'talented blooms of the mankind' ill-blossomed and ill-developed. But it is the ***Deen*** that establishes a society, which pays to develop the latent faculties of the individual. Just imagine what a great revolution ***Deen*** promotes in the mankind! It first of all establishes a society in a piece of land on this globe and then it goes on expanding its frontiers till it encompasses the entire mankind. It is because it has to finish exploitation and cruelty from the surface of the earth and has to establish the system of justice and the system of making up the deficiency in its stead. In this way it wants to inculcate universal brotherhood in the

entire humanity. This is what ***Deen*** wants to achieve. Elaborating this concept, Allama Dr. Muhammad Iqbal, a poet, a philosopher, and a world-renowned proponent of the Quran wrote to Maulana Hussain Ahmed Madani, a religious scholar in India:

> The purpose of Mohammad's ***Nabuwwat*** is to establish the mankind in a comprehensive concrete form on the basis of Divine Law that Mohammad's ***Nabuwwat*** brought from Allah. In other words it can be said that in lieu of accepting various differing tribes, races, clans, creeds and colours, the humans be made free of all such impurities, which get their names from time, space, nation, race, genealogy, country etc. And in this way this 'model of clay' - the man -be given the Divine Ideology that keeps him eternal irrespective of time, place and circumstances. This is the status of Mohammad (pbuh) and hence the aim of the Muslim World to be accomplished ultimately.

Islamic Society

This was **ISLAM** that Muhammad (pbuh) presented to the world. He (pbuh) established it as a system with his unprecedented practical deeds. The exposition of this "unprecedented practical deeds" is that the Messenger Muhammad (pbuh) used to present this **Deen** to the people on argumentative reasoning. He (pbuh) used to make the people understand its purpose and rationale. He (pbuh) used to answer the objections of the opponents on pursuits of knowledge, wisdom and intellect. He (pbuh) used to invite their reflective thinking. Those who accepted it willingly -from the core of their heart -he (pbuh) used to associate them in his group of people. This was the party that established the society of ***Deen.***

This was the modern society he (pbuh) developed. This society, within a few days, brought bright and brilliant results. And the results provided living proof of its truthfulness to the entire world. Likewise its establishment, its frontiers expanded and the world at large saw a system where 'no one was subordinate to any one, nor was dependent; where every one used to live a life of freedom and dignity operating within the boundary walls of Laws of Allah'. This was the freedom that paid to develop the human potentialities enabling the man to march on the higher evolutionary stage of life. This is called the streamlining of the Hereafter.

In the system of ***Deen***, there was no concept of monarchy, capitalism, monasticism, or priesthood. On the contrary, the attributes of this society were paying respect to the man, keeping dignity and honour, and maintaining criterion of status in the society. In such a society (in the words of Hazrat Omar Farooque) 'the mightiest was the weakest till he is made to pay the due to the oppressed' and 'the weakest among the weak was the mightiest of the might till he gets his deprived right'.

This all leads us to conclude that **Islam** is the System of life in which:

1. All the deficiencies of the human are made good and he develops his potentialities to the optimum
2. The human remains safe and secure from misery and devastation in life
3. He goes on ascending to the higher planes of his evolutionary stages of life
4. He remains at peace and reconciled from within by living peaceably.
5. The human marches forward as a pioneer for establishing peace and reconciliation in the world.
6. In the journey of life he enjoy a walk in perfect harmony with other members of the society and never commits anything that excites or irritates others for disrupting the balance of the society

But this all can only be possible when:

- The human submits completely to the Laws of Allah; not by his head but also by his heart
- The human carries out this all with optimal temperance and perfect balance, manifesting no laxing or taxing. In this way all his efforts will bear fruit and none of his actions will go waste
- Balance and proportion will develop not only in the fiber of his own personality but also in the entire society

This is the only style of life, of which it has been said unequivocally in the Quran in Surah Aal-e-Imran, Verse 85:

> **Contrary to it, whosoever adopts a style other than this, will never produce such results; and he will be a loser in the long run.**

This style is the other name of complying with the Qura'n. Surah Taahaa, Verse 47 in the Quran says:

> **And peace will be for him who follows Al Huda, the Revelation.**

What Happened to Islam Later on?

This was **Islam** that Allah prescribed for the man as a system of life. What happened with it? What did this "nation, the so called collection of Muslims" do with this **Islam**? It ignored each and every article of this system and replaced it with man made religion, where monarchy, capitalism, monasticism, priesthood came in full-blown. Very briefly it can be said that every element, which Islam came to abolish, one by one paved way into it. Its result was that the worldly matters of the people came in

the hands of those who were at the helm of affairs in the government machinery and **Islam** was transformed into religion. This religion became a collection of a few theoretical beliefs and a commotion of traditions. Then started discussions on Beliefs. These discussions included the following thematic issues (and the differences on these issues led way to blood shed):

- Is Adam's soul, in real sense, Allah's soul or separate from Him?
- Are Allah's attributes old or new?
- Is the Quran created or non-created?
- Can God intend against His own intentions or not?
- Are the humans the creators of their own deeds or not?
- Can God tell a lie or not?
- Will the people of the Heaven see God or not?
- Is Allah eligible to decrease the blessings of the people of Heaven and the chastisement of the people of Hell?
- Does belief increase or decrease?
- Does reward and ***Sawaab*** rest on the wish of God or on the deeds of the man?
- What is the length and breadth of ***Hauz-e-Kauser***?
- What is the volume of the 'cups' of the Heaven?
- What is the length of the bunch of grapes of the Heaven?

These were the discussions of the beliefs. Then started the academic issues. These included:

- Fist-equal-length of ***Miswak*** creates haemorrhoids (piles)
- Chewing ***Miswak*** makes man blind
- How much water of the well is to be drained out if a piece of tail of the mouse falls into it?
- Is the urine of the mouse sacred or not?

- Should the swine that falls in salt mine and turns-to-be salt is eaten or not?
- Is selling of slave girl's milk fair or not?
- How many bowls of water is used for taking ***Ghusal*** (necessary bath)?
- To what extent should the hands reach in doing ***Masah*** of the head?
- Does the prayer become unapproved if no difference is made in pronouncing Zaad and zuaie, zuaie and saad, seen, tuaie and tay in the recitation?

These were the issues of beliefs, theoretical in nature and meaningless in scope that wasted the nation's energies, time and money. And the nation is still entangled in these theoretical problems. Today the entangling in the theoretical issues is named as 'service to the Deen' and a 'great jihad in the service of Deen'.

Just gloss over the situation that prevails today and compare 'what **Islam** was when it was presented' and 'what it has become today'. But there is nothing to worry. We have the Quran with us today. We can work to establish Deen as a system of life. Then we can achieve the greatness we, as Muslims, achieved in the past.

=============

ISLAM, AND NON-ISLAM

By
A.S.K. JOOMAL
Editor Al-Balaagh, South Africa

Islam has been plagued by a crime of the most detestable Evils: Monarchy, Capitalism, and religious leadership (Priesthood). This Unholy Trinity is the leaf, flower and fruit of ONE prickly pear.

When the Ummah of Rasoolullah (S) had adhered to Quranic principles, we find that the ruler of a territory extending over two lakh square miles (Hazrat Umar), had a dozen patches on his *tahband* (cloth worn around the waist). But as monarchy raised its hideous head in the Islamic pattern of life, we see that when an Umayyad Khaleefah (Hishamm bin Abdil Maalik) commenced his journey for Hajj (and NOT for pleasure, mark you!) his clothes alone were loaded on 600 (six hundred) camels!

Ponder over the contrast: the simplicity of Hazrat Umar (R), and the pomp and ostentation of Hishaam bin Abdil Maalik. One is Islam, the other is non-Islam.

RACIAL DISCRIMINATION

Islam had established the immutable principle that ALL mankind, by virtue of being human beings, are equal and worthy of respect. This ONE principle destroyed racial discrimination in all its manifestations, and the torch of human equality and dignity burned brightly in that part of the world (Arabia). In such a society a slave from Abyssinia (Hazrat Bilaal) enjoyed greater esteem and respect than the leaders of the Quraish. This was so because in character, action and virtues, he surpassed them all.

So highly developed was the sense of equality, that a labourer from Rome, Hazrat Suhaib (R), was chosen to perform the Janaza Salaat of Hazrat Umar (S). Racialism, sectionalism and parochialism had NO chance whatsoever of surviving because the Ummah at that time exercised impregnable UNITY. This was the formidable ROCK against which all inimical forces came to nought.

In the course of time, Muslims awakened in themselves the evil of race consciousness, and the first result of it was that the once United Nation of Islam was torn to pieces… and we have been languishing in this disarray ever since!

****

“YOU HAVE THEM TOO”

By

Rashid Samnakay

=================

Dear Uzmeena and Abid

Your phone call to say you both arrived safely home was a relief! I hope you really enjoyed your holidays, though it was hot.

I couldn’t help smiling when Abid made a dash for the back door mumbling some excuse for going out when the Jehovah’s Witnesses knocked on the door on Sunday before you left. They are nice people really, and I love chatting with them.

One of them was a lay preacher and he was more informed than the usual crowd. You see I believe in *arguing with them in the most gracious way (26-125).* Uzmee was kind and they appreciated the cold drinks she offered, it being particularly hot day in Perth.

There are many things we have in common with them. For example they do not have a religious-clerical ministry. The priesthood we have is an abrogation of us Muslims in that we have hand-balled our individual duty of propagating Islam by our examples, to the religious entrepreneurs, based on the model of the other religions and their ministry. But then majority of them do a lot of good human Charity work, unlike our piety brigade ***who want only to be seen by others*** (Maa’un 107).

Well that is a different subject all together and I am sure you are well aware of it.

Back to our poor lay preacher. We had a long discussion and eventually we parted as friends to agree to disagree on some issues. You see, they have this intellectual maturity many of us don’t. Not surprisingly, his companions were pleasantly taken aback to learn that we had so much in common with them. How little the Christians generally know of Islam and what they know of Quranic-Islam is not worth talking about. But then conversely the same applies to us too. However there was one bombshell he dropped on me which made me squirm in pain!

On the subject of the graven images and *idols* in Christianity, he said “***but you have them too***”… “What you do in Mecca is no different”. - It made me sit up right. I wiggled my way out of it by saying that what some Muslims do is not necessarily Islam, which has its base only in Quran; as much as what the

Christians do out side the Bible, we do not attribute it to Christ and his teachings. There were examples tossed on both sides. We realised that it was a slippery wicket and thought it best to leave it alone!

You remember the TV programme on Islam on Sunday evenings and you commented upon a youngish chap, the way he was clinging to the wall of the Kaabaa as if he was stuck there with super-glue, oblivious of all the shoving and pushing that was going around him during the Hajj. One of you said that he has arrived at the temple of his devotion and no way he was going to budge from there for others.

That scene now always reminds me of the preacher's remark. What was going through the mind of our young hajji chap at Mecca? What was his emotional state?

We call others as 'idol worshippers' and look down upon them with disdain, but have you ever seen them hug their 'dewata', Christ's statute or 'holy icons' the way some of us cling to our "**monuments**" made of stones, gilded wrought-Iron screens and brass gates and graves! Not satisfied with just kissing them as others do?

If it was not for the religious police at Mecca and Madina to stop them, I shudder to think what form of devotional antics some Muslims would perform there! The frenzy of piety at the place of stoning the Shaitaan, depicted by the three **stone obelisks** statues erected at Mina, is a sight to see! There are hundreds of other places around the world where some Muslim devotees perform grotesque acts of devotion and display their piety! And, in the process loose lot of their money to what should be called the ***piety industry.***

Well? What can we say about the book – Quran - used as a religious *icon* at many of our wedding celebrations? Remember the *Thali* with lamps as in temples? Since this is a wedding season and you would be attending a few, observe all the rituals closely.

Some time back I ranted and raved in an article about our *personality cult* syndrome displayed in many Muslim countries where hundreds of huge picture-posters and statues of the often hated ***dear leaders*** pollute the streets and city squares, worshipped as political *idols* when in power and stoned as Shaitaan when toppled.

Was the gentle lay preacher wrong in what he said? I leave it to you to contemplate.

Salaams to you all – Dadajan

==============